

میں بھیجا گیا ہوں تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو

وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر قسم کے شرک سے خالی ہو میں دوبارہ اس کا دائمی پودا لگا دوں!

اگر غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں خدائے واحد کی بجائے ایک عاجز انسان کی پرستش ہو رہی ہے!!

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایمانوں کی درستی

”میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک انسان سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ بیساکہ یعنی دنیا اور دنیا کی جاہ مراتب پر رکھا ہے اور جیسا کہ اُس کو بھروسہ دینیوی اسباب پر ہے یہ یقینی اور بھروسہ ہرگز اُس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔۔۔۔۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا۔ بعد اس کے کہ بہت دور ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔“

(کتاب النبیہ صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴)

خالص اور چمکتی ہوئی توحید کا قیام

”وہ کام جس کے لئے خدائے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اُس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔ اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے اصلاح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعے نمودار ہوتی ہیں، حال کے ذریعہ کنہ محض قائل سے اُن کی کیفیت بیان کروں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی آمیزش سے خالی ہے جو آب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں زائلی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری وقت سے نہیں ہوگا بلکہ اُس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔“

(لیکچر لاہور صفحہ ۴۷)

گم گشتہ لوگوں کی ہدایت

”خدائے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ تا میں علم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف بھیجوں۔ اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کی رو سے اُس کو یقین آجائے کہ خدا ہے۔ کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اس راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات

اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے۔ اور وہ نہاں در نہاں امر اور جہاں کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعے سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہو سکتی۔ سو خدائے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اُس نے تم کو دنیا میں مجھے اس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لاوے۔“

(تزیین القلوب صفحہ ۱۳، ۱۴)

تشلیث کی خبر ایہوں کی اصلاح

”چونکہ میں تشلیث کی خبر ایہوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کر ڈھ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہم دُغم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد و شریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔ اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اسی غم کے صدقات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔۔۔۔۔ اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو ہٹا دیتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں۔ اور میری روح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اے خدا! اگر میں میری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اٹھادی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک آئندہ گزر گیا کہ میرے پنجو وقت کی یہی دُعا میں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ کھلے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لائیں۔ اور اُس کے رسول کو شناخت کر لیں اور تشلیث کے اعتقاد سے توبہ کر لیں۔“

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۷۱، ۷۲)

بیک فطرت روتوں کو دین واحد پر جمع کرنا

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام رتوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا، اُن سب کو جو بیک فطرت رکھتے ہیں، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی

وہ یہ کہ تو رہتا اور انجیل میں کہیں نہیں آیا کہ غیر قوموں میں بھی نبی آئے ہیں اور نبی اسراہیل کے سوا اور نبیوں کو بھی مکالمہ نماطہ الہیہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان فرض حقائق عالم کے اپنی باقی مخلوق کے ساتھ رشتہ اور تعلق کا کوئی ذکر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا پس وہ مذہب کیسے عالمگیر ہو سکتا ہے جو کسی اور خطہ کے انسانوں سے خدا تعالیٰ کی ہم کلامی تسلیم ہی نہیں کرتا اور مذہب کی عالمگیر حقیقت سے ہی انکار ہی ہے۔

ایسا سلام ہی ایسا مذہب ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں ہر قوم سے خدا کا تلقین رہا ہے فرماتا ہے:-

وَلَا تَمُنُّ بِدِينِكَ وَلَا تَمُنُّ بِدِينِ آخَرَ إِلَّا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَكَ

میں کوئی نہ کوئی بادی ضرور آیا ہے۔ اس عظیم الشان اعلان سے عالمی گیر ظاہر ہو گیا۔ پس اسلام ہی ہے جو انسان اور مذہب کی عالمی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے اور یہ امر جہاں اسلام کے عالمگیر ہونے کا ثبوت ہے وہاں اسلام کی عظیم برتری دوسرے مذاہب کے مقابل میں ظاہر کرتا ہے۔

اسلام کی عالم گیر حقیقت کی ایک اور یقین دہانی

پھر اس مضمون کا دوسرا رخ اسلام کی ایک اور امتیازی خوبی ظاہر کر کے اس کا عالمگیر ہونا ثابت کرتا ہے۔ یہی اخصیۃت عالمگیر مذہب کا دعویٰ کرنے کے لیے صرف بیگانگی نہیں کہ دوسرے مذاہب میں کسی بادی یا رخا کا آنا مان لیا جائے بلکہ جب تک دوسرے مذاہب کے بانیوں کو تسلیم نہ کیا جائے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ خوبی بھی کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتی۔ اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ دوسرے تمام مذاہب کے بانیوں اور پیروؤں کو (جو اپنے وقت میں چلے گئے) مانتا اور قبول کرتا ہے۔

قرآن شریف کو بار بار دوسری کتابوں کا "مصدق" کہا گیا، اور مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس طرح اپنے نبی کا مانتا ان پریشانی سے دوسری قوموں کے نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور ایمان کے لحاظ سے کسی رسول میں کوئی تفریق ہائز نہیں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں فرماتا ہے:-

إِنَّمَا أَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَدُّوا عَلَيْهِمْ مُطَاعٌ إِلَّا مَنْ كَفَرَ

اس لئے ہر مسلمان انبیاء کی معرفت تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ایک و بیس ہر صدق دل سے ایمان لانا ہے۔

پس بلا تیز رنگ و نسل اور بلا کاظنہاد و قوم تمام امتوں کے رسولوں کو سچا تسلیم کرنے اور ان کی تکریم کا اصول ہی قوموں میں صلح کی صحیح بنیاد اور مذاہب میں اتحادی منفرد راہ ہے اور یہ جہاں عالمگیریت کے دعویٰ کا ایک بڑا تقاضا ہے وہاں اسلام کی عالمگیریت کی یقین دہانی ہے۔

یہاں اس سوال کا جواب خالص دیکھی نہ ہو گا کہ عالمگیریت میں اپنی ذات میں کیا خوبی ہے اور اسلام اسپر کیوں زور دیتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ جب سے اسلام و وحدت اقوام کا بیجا لے لیا ہے۔ اتحاد اقوام کی طرف دنیا کا سفر تیز سے تیز تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں مختلف

اور دیگر نئی نوع انسان سے ان کی بے تعلق لائبر ولات کرتی ہے۔ پس وہ خدا یا خدا ہے جو صرف ایک ہی قوم کو ہدایت کے لیے جنم لے اور اپنے دیگر تمام بندوں سے بے رنجی اور بے اعتنائی کا سلوک کرے؟

جب ہم اس پہلو سے قرآن کریم پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اس انجمن کا یہ حل پیش فرماتا ہے کہ نزول قرآن سے قبل اور نبوت محمد مصطفیٰ سے پہلے اگرچہ ہر قوم کی طرف اور ہر خطہ زمین کی طرف خدا تعالیٰ کے رسول آئے لیکن ان سب کی حقیقت قوی اور حتمی تھی اور ان کی تمدنی اہمیت اس حد تک ارتقار پذیر نہیں ہوا تھا کہ کوئی عالمی نبی عالمی پیغام لے کر ان کی طرف پہنچا جاتا۔ پس قرآن قوی اور حتمی انبیاء کے وجود کا تو ذکر کرتا ہے نبوت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی ایسے نبی کا ذکر نہیں کرتا جو عالمی پیغام لایا ہو۔

عالمگیر مذہب کی حقیقت کا اسلام کی ایک اور امتیازی نشان

اس نکتہ کو سمجھ کر جہاں ایک ذہنی انجمن سے نجات ملتی ہے وہاں اسلام کی ایک اور امتیازی حقیقت کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے یعنی یہ ایک ہی مذہب ہے جو کل عالم کے انسانوں کو مخاطب کرتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انسان اپنے ارتقائی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں اسے قوی اور علاقائی مذاہب کی حدود سے نکال کر اسلام کی صورت میں ایک عالمی مذہب عطا دیا جاتا ہے۔

اسلام کی کتاب پہلا ورق ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے یعنی تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والے خدا کی حمد پر مشتمل ہے اور اس کے آخری صفحہ پر رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی تمام انسانیت کے رب سے دعا میں کرنے کی تلقین کی گئی ہے گویا اس کتاب کا اول و آخر تمام جہانوں کے خدا کا تصور پیش کرتا ہے نہ کہ محض عربوں یا مسلمانوں کے خدا کا پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی شخص نہ تھا جس نے ساری دنیا کو دعوت کی ہو اور قرآن سے پہلے کوئی کتاب نہ تھی جس نے ساری دنیا کو مخاطب کیا ہو اور دنیا میں پہلی مرتبہ یہ اعلان رسول اسلام کے حق میں کیا گیا:-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا: ۲۹)

اور فرمایا: "قل یا ایہ الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" (الاعراف: ۱۵۹)

اور قرآن کو اپنے صواہد کلمہ للعالمین (تکویر: ۲۸) کہہ کر نام عالمین کے لیے ایسی نصیحت قرار دیا جس سے انسانیت کا شرف والیت ہے۔

دوسرے مذاہب میں عالمگیریت کا دعویٰ ان کی الٹی کتب سے نہیں ملتا اور اگر بعد میں سیدھا پال وغیرہ نے عیسائیت کی تبلیغ کو عام کر دیا تو یہ اس مذہب کا حصہ نہیں کہلا سکتی کیونکہ یہ مسیحیت ہی ہدایت کے حالات ہے۔ پھر ظہر یہ کہ اس نام نہاد دعویٰ عالمگیریت کا کوئی ثبوت بھی اس مذہب کے پاس نہیں ہے۔

اس کے مقابل پر اسلام عالمگیر ہونے کا دعویٰ کر کے اس کا ثبوت بھی پیش کرتا ہے اور ثبوت بھی ایسا ناقابل تردید جو ایک طرف دوسرے مذاہب کے عالمگیر ہونے کے دعویٰ بداروں کو جھوٹا ثابت کر رہا ہے تو دوسری طرف اسلام کی زبردست امتیازی شان ظاہر کرتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی پیش کردہ تعلیم کے بارے میں خود قرآن ہی میں یہ دعویٰ بھی موجود ہے کہ

أَلَيْسَ لَكُم مَّا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ
وَدَرَيْتُمْ لَكُمْ آيَاتِنَا وَمَا نَكُنَّا بِمُعَلِّمِيكُم
یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین ہر رنگ میں کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر کے اس بات پر راضی ہو گیا ہوں کہ اب (اسلام) ہی تمہارا دین رہے۔

جیسے کہ پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کسی تعلیم کے دائمی ہونے کے لیے صرف مہمی کافی نہیں کہ وہ کامل ہو بلکہ اسکی دائمی حفاظت کی ضمانت بھی ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس اہم عقلی تقاضے کو بھی پورا کرتا ہے اور قرآن کو نازل کرنے والا خدا غیر مہم القانین یہ دعویٰ کرتا ہے کہ

إِنَّا نَحْنُ مُدَبِّرِيكُم وَإِنَّا لَكَاظِمُونَ

(الحجر آیت ۱۰)

کہ ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اسکی محافظ ہیں گے یعنی اللہ تعالیٰ خود اسکی حفاظت کریگا اور اسے بگڑنے نہ دیکے۔ چنانچہ قرآن کریم کی لفظی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ لاکھوں حفاظ ہر زمانہ میں موجود رہے اور آج بھی موجود ہیں اور منوی حفاظت کا یہ انتظام کیا کہ ہر صدی پر مجددین کا سلسلہ جاری فرمایا اور آخری زمانہ میں پیدا ہونے والے ایک عظیم الشان مجدد اور مصلح کے آنے کی خوشخبری دی جسے خود اللہ تعالیٰ امام بنا دیا اور وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تابع اسلام کے بارے میں پیدا ہونے والے اختلافات کا فیصلہ کر کے تعلیم قرآن کی منوی حفاظت کریگا۔

ایک اور اہم نکتہ کتاب

کے محفوظ ہونے کا دعویٰ

کیا ہے یا علاوہ اسی طرح محفوظ ہونے میں اس طرح وہ نازل ہوئی تھیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے اس دعویٰ کے حق میں کوئی قطعی تائیدی شہادت بھی ملتی ہے یا نہیں محض ایک دعویٰ ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بکثرت ایسے غیر مسلم محققین موجود ہیں جن کی انتہائی کوشش اور جستجو کے باوجود وہ یہ دکھانے سے عاجز آ گئے کہ قرآن کریم میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کسی قسم کی کوئی تبدیلی کی گئی ہو اور بہت سے غیر مسلم محققین کھلے لفظوں میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ ایک غیر بدل اور محفوظ کتاب ہے چنانچہ سر وہیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ "ہم نہایت مضبوط قیاسات پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر محرف تصنیف ہے۔"

(لائف آف محمد ص ۵۲۲)

پھر مزید لکھتے ہیں کہ:-

ترجمہ "اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے۔ اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے یہ وہی ہے جو خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔"

(لائف آف محمد ص ۵۲۱)

ایک اور غیر مسلم محقق تو ایڈورڈ ہاؤس نے ہے:-

ترجمہ "ممكن ہے کہ محمد کی کوئی معمولی غلطیاں (طرز تحریر کی) ہوں تو ہوں لیکن جو قرآن عثمان نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کیا تھا گو اسکی ترتیب عجیب ہے"

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن)

جہاں تک اسلام کے اس منفرد اور امتیازی دعویٰ کا تعلق ہے کہ قرآنی تعلیم کامل ہے اور اس لائق ہے کہ ہر زمانہ کے انسان کے لیے ہدایت بن سکے۔ اسلام کا یہ دعویٰ

اسلام کا منفرد دعویٰ ہر زمانہ کیلئے کامل ہدایت

بھی بلا دلیل نہیں اور اسکی تعلیم قطعی اندرونی شہادتیں اس امر کی رکھتی ہے کہ یہ کامل بھی ہے اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضے پورے کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہے یہ تو ممکن نہیں کہ اس مختصر وقت میں اسلامی تعلیم کے تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاسکے، بعض اصولی پہلوؤں کی نشان دہی اور چند وضاحتی مثالوں پر ہی اکتفا کر دوں گا۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام اس کوشش میں کس طرح کامیاب ہوتا ہے کہ گزرتے ہوئے زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے باوجود اسکی تعلیم میں کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس پہلو سے اسلام کی حکمت عملی کا مطالعہ ایک نہایت دلچسپ مضمون ہے جس کے چند پہلوؤں پر نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

۱- اصولی تعلیم کا بیان اور ایسی تفصیلات سے گریز جو وقت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ تبدیلی کی محتاج ہوں

۲- انسان کے ذہنی، تمدنی اور سیاسی ارتقا پر نظر ڈالتے ہوئے ایسی تعلیم دینا جو ہر امکانی صورت حال کو پیش نظر رکھے اور اس ٹھوس مشاہدہ پر مبنی ہو کہ کبھی کسی زمانہ میں بھی مختلف قومیں ترقی کے لحاظ سے ایک مقام پر کھڑی نہیں ہوتیں بلکہ ہر زمانہ میں متعدد ایسی قومیں ملتی ہیں جو اپنی نشوونما اور ترقی کے اعتبار سے بعض دوسرے زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً آج بھی یہ ممکن ہے کہ اس دنیا میں تیسرے زمانے کے انسان بھی موجود ہوں یا ہزاروں برس پہلے کے زمانہ سے تعلق رکھنے والے گروہ یا قومیں موجود ہوں جو شعور اور تمدن اور سیاست اور ارتقاء کے اعتبار سے بظاہر اس زمانہ میں ہوتے ہوئے بھی دراصل گزشتہ زمانوں کے لوگ ہوں۔ مثلاً آسٹریلیا کے تعلیم یافتہ یا کاتھولک پجیر ہیں جن پر اس زمانے کے جدید سیاسی نظریات کو قبول کرنا محض حماقت ہوگی۔

۳- ایسی تعلیم جو انسانی فطرت کے سب امکانی تقاضوں کو ملحوظ رکھے اور اس وقت تک غیر تبدیل رہے جب تک انسانی فطرت میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

اسلام کے اسلوب تعلیم کی یہ چند خصوصیات بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔ اب میں انہر کسی دور تفصیل سے روشنی ڈالتا ہوں تاکہ میرا مافی السیور غیر کسی اہم کام کے سمجھ میں آسکے۔

اسلام سود کی برعزت کرنا ہے اور دنیا بھر سے سودی نظام کی مکمل تہ کی بشارت تلقین کرتا ہے۔ اور اقتصادی پیتھ کو چلانے کے لیے سود کی بجائے زکوٰۃ کو قوت بخیر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ وقت اور موقع کی مناسبت سے

اسلام کے مالی نظام کا بنیادی اصول یعنی زکوٰۃ

اس تفصیلی بحث کی تو یہاں گنجائش نہیں کہ سودی نظام کے مقابل پیر زکوٰۃ کے نظام کو کیا کیا نواقص حاصل ہے لیکن صرف اس پہلو سے یہاں کیچھ گفتگو کر دوں گا۔ کہ اس تعلیم کو زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لیے قرآن کریم کیا طریق اختیار کرتا ہے۔

زکوٰۃ سرمایہ پر ایک ٹیکس کا نظام ہے جو امرائے وصول کیا جاتا ہے اور ریاست کی ضروریات کو اس ٹیکس سے پورا کرنے کے علاوہ اس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ غریبوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ غرضیکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو حکومت کی ضرورتوں کے علاوہ سوشل ویلفیئر کے تقاضے پورے کرنے کا ضامن ہے۔ اگر قرآن کریم انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو ضرور اس زمانہ کے عرب کے حالات میں نظر رکھا اس ٹیکس کی کوئی شرح میں کر دیتا۔ لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بیسیوں مرتبہ زکوٰۃ وہی کے موکد احکامات کے باوجود ایک جگہ بھی قرآن کریم میں زکوٰۃ کی شرح میں کسی کمی نہیں کی گئی لیکن اس کے باوجود ایسی اصولی رہنمائی کر دی گئی ہے جس کے نتیجے میں ہر ملک اور زمانے کے حالات کے مطابق دینی امور میں تفقہ کرنے والے مہتممین بیدار کر سکیں چنانچہ فرمایا:-

"وَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْأَرْضِ الْعَدُوَّةِ" (الذاریت آیت ۲۰)

۱۔ ایک طاقتور اور مضبوط حکومت کو یہ ہر ایشیا ہے کہ وہ دوسرے مالک پر طبع کی نظر رکھے اور صرف دفاعی جنگ کرنے کی اجازت ہے۔

اب اسلام کی یہ تعلیم کیسی جامع اور ہر پہلو سے مکمل تعلیم ہے۔ اگر اسلام کسی نئی نظام کے رائج کرنے کا حکم دیتا تو یہ اعتراض پڑ سکتا تھا کہ جہاں یہ نظام نیا ہی نہیں وہاں کیسے رائج کیا جائے۔ کیونکہ مختلف قوموں اور ملکوں میں عاشری معاشرتی ارتقاء کی رفتار کے مطابق آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی مختلف قوموں اور تہذیبوں میں آباد ہیں۔ اور آج کا انسان بظاہر ایک زمانہ میں رہتے ہوئے عملاً مختلف زمانوں میں رہتا ہے۔ کیا افریقہ کی بعض غیر متدن قومیں یا امریکا کے پانچویں اور آٹھویں صدیوں کے باشندے علمی و ذہنی اور عاشری و معاشرتی لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں؟ اور کیا ایک ہی نظام حکومت ان کو مطابقت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ خلاف عقل اور خلاف فطرت بات ہوگی اور اسلامی قانون تو عین فطرت کے مطابق ہے اور انسانی فطرت کی ہر نشانی کی پرورش کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے ہر چیز کے بارے میں ایسی کامل تعلیم دی ہے جو زمانہ و مکان کی نسبتوں سے بالا ہے۔ جب کہ نظام حکومت کے بارے میں اسلامی تعلیم سے ظاہر ہے۔

اس کے مقابل پر اسلام کی عدل و انصاف کی تعلیم کے چند نمونے اب ہم پیش کرتے ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ قرآن کریم یہ ہدایت دیتا ہے کہ :-

۱۔ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

۲۔ تمہاری ہر ایک کواہی خدا کی رضا اور انصاف کے قیام کے لیے ہو خواہ تمہاری خواہی سے خود تمہیں یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کو نقصان پہنچتا ہو۔

۳۔ اور کسی قوم کی دشمنی نہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ تم انصاف کو ہر حال میں قائم کرو۔ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ان سے جنگ کرو جنہوں نے تمہارے خلاف جنگ کی ہو اور اس معاملے میں کسی قسم کی زیادتی نہ کرو۔

گویا جنگ میں بھی جنگ جو قوم سے بے انصافی نہیں کرنی۔

۵۔ دوران جنگ میں بھی اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو جائے تو اس کی پیشکش ٹھکرانی نہ جائے۔ (جس اسلام کی غیر محدود توجہ دوسری مثال ہے۔) و واقعہ ام کے بارے میں دوسرا جو گورڈش زمانہ کے باوجود اس اور فیصلہ کی تعلیم ہے اور جس سے ہر تعلیم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں سے جب ہم اسلام کا دوسرے مذاہب سے موازنہ کرتے ہیں تو بائبل کا یہ حکم آج کے انسان کے کانوں کو عجیب لگتا ہے کہ :-

”اور تیری آنکھوں کو نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان آنکھ کا بدلہ آنکھ کا بدلہ دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہوگا (استثناء ۱۹) انتقام پر اتنا زور دیکھ کر آج کا انسان تعجب کرتا ہے اور کلیف محسوس کرتا ہے لیکن میں اس تعلیم پر کسی نہ کسی نقطہ نظر سے یہ نمونہ پیش نہیں کر رہا بلکہ یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ قرآنی تعلیم کی روشنی میں اس بظاہر نہایت جاہلانہ تعلیم کے جوڑے میں بھی ایک دلیل میسر آ جاتی ہے۔ یہ بھی اسلام تعلیم کا ایک امتیازی حسن ہے کہ جب مذاہب سے تعلیم کا ٹکراؤ بھی ہے ان کی ہر مذمت کرتے ہیں، ہمارے ان کی تعلیم کو سمجھنے کے لیے نہایت حکیمانہ اصول پیش فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن کی روش سے یہ لازماً انتقام لینے کی بجائے ایک مخصوص دور کے وقتی تقاضوں کے عین مطابق تھی اور اس زمانہ کے یہودی ایک مدت تک محبیت و مظلومیت میں رہنے کی وجہ سے نہایت بزدل ہو چکے تھے اور ایسے جائز حقوق کی حفاظت کے اہل نہیں رہے تھے۔ اور ساری قوم احساس نری کا شکار ہو چکی تھی۔ پس ان کے ابھارنے کے لیے اور ان کے حوصلے بڑھانے کے لیے اس آیت پر زور دیا کی اشد ضرورت تھی کہ تم بدلہ ضرور لو اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت توڑا جائے۔ اگر بدلہ لینے پر اس قدر شدت اختیار کرنے کی بجائے انہیں معاف کرنے کی تلقین زیادہ شدت سے کی جاتی تو ایک مقہور اور مظلوم قوم جو پہلے ہی بدلہ لینے سے ڈرتی رہی وہ تو فوراً اپنی بزدلی کو معافی کی چادر میں لٹھکانپ لے گی اور مردانہ صفات سے اس طرح آری رہے گی جس طرح پہلے تھی۔ پس قرآن کے نزدیک یہ سختی نہ شدت نہ تعلیم ہی اس وقت کے سیاق و سباق میں نہایت حکیمانہ بلکہ بدی تھی اور یقیناً ایک حکیم و علیم خدا کی طرف سے تھی۔ اب اس کے برعکس ہم عہد نامہ جدید کی طرف مڑ رہے ہیں تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ عہد نامہ قدیم کے برعکس

اصل اور غیر مفید تعلیمات

اسلامی مذہب کے کامل اور دائمی ہونے کے سلسلہ میں قرآن شریف سے دوسری قسم کی تعلیمات ایسی تعلیمات کی بھی غلطی میں جو اصل میں اور حالات اور زمانہ جن کو بدل نہیں سکتے اور حتمی مرضی کوئی زور لگائے وہ تعلیمات غیر مفید اور بے فائدہ ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی میں ایسی اہم مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی آج دنیا کو بہت ضرورت ہے۔

۱۔ پہلی مثال اسلام کی تعلیم عدل و انصاف کے بارے میں ہے لیکن اس کی حقیقت اور اس کی عظمت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہوگا کہ کسی قدر دوسرے مذاہب کی تعلیم عدل و انصاف کا ذکر کیا جائے تاکہ تمدنی ترقی کے تاریخی عمل میں اسلام کی انصاف کی تعلیم کا صحیح مقام متعین کیا جاسکے۔

جب ہم بعض دوسرے مذاہب کا جائزہ لیتے ہیں تو اصل تو عدل و انصاف پر مشتمل کوئی کفایتی تعلیم نظر ہی نہیں آتی اور اگر ملتی بھی ہے تو وہ ایسی نہیں جس کا آج کے زمانہ کے انسان پر اطلاق ہو سکے بلکہ اس کے بعض حصے تو آج کے انسان کی فہم طرز کو اور احساسات سے شدید طور پر متصادم دکھائی دیتے ہیں اور انسان پر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یا تو یہ تعلیم اقدار زمانہ سے بے ربط ہے یا پھر اس زمانہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر مجبوراً ایک محدود علاقے اور محدود وقت کے لیے دی گئی ہوگی ورنہ انسانی ضمیر انہیں ایک عمومی تعلیم کے طور پر سمجھی قبول نہیں کر سکتا مثلاً یہودیت کہتی ہے کہ یعقوب کی اولاد خدا کو پیاری ہے۔ بانی سب اس کی غلامی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اب اگر اس مذہب کی حکومت ہو تو یقیناً اس تعلیم کے نتیجے میں ظلم ہی پیدا ہوگا۔ (اجاریا باب ۲۵ آیت ۲۵)

پھر یہودیت صدمہ و خیرات کے بارے میں کہتی ہے کہ ہر مرد خیرات صرف اپنے ہی نام کے لیے ہی ہے۔ اب اگر کوئی یہودی بادشاہ ہو تو اس تعلیم کے ماتحت سارے ملک میں یہودی کو ہی ملیں گے۔ غیر یہودی کا کوئی حق نہیں۔

اس طرح ہندو مذہب میں بھی عدل و انصاف کا جو محدود تصور ملتا ہے کسی عہد زمانہ میں تو وقتی معالج کے پیش نظر اس کا اطلاق شاید ہاں توڑا دیا جاسکے۔ اگر ایسی عمومی اور دائمی تعلیم کے طور پر انسان اسے کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ مثلاً یہ حکم ہے کہ ”اگر برہمن نے ایک زچ سے فرض لیا ہو لیکن وہ ادا نہیں کر سکتا تو شودر کا فرض ہے کہ وہ برہمن سے لے کر ہی روپیہ لے لیکن اگر شودر نے برہمن کا روپیہ دینا ہو اور شودر غریب ہو تو اس کی ذات والوں کی مزدوری کر کے برہمن کے فرض کو ادا کرے گا“ (منہا دھیائے۔ ۱۰۔ شلوک ۳۵)

یہودیت میں بھی دشمنوں کے ساتھ تو انصاف کا کوئی تصور نظر ہی نہیں آتا۔ بلکہ لکھا ہے :-

”جسکے ضرور تیرا خدا نہیں ہے اسے تو نہیں مارو۔ نہ تو ان سے کوئی عہد کیجو اور نہ ان پر رحم کیجو“ (استثناء ۲)

وَاِذَا حُكِمْتُمْ بِالْبَيْنَاتِ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نَعْتَمُّ بِعَدْلِكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَتْ سَبِيْعًا بَصِيْرًا (النساء: ۵۹)

اِنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِ الَّذِيْنَ اٰصَدُوْا كُوْنُوْا فَرٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شَهِدْ اِنَّ اللّٰهَ وَ لُوْ عَلٰى اَنفُسِكُمْ اَوْ الْوَالِدِيْنَ وَالْاَقْرَبِيْنَ ؕ اِنْ يَكُنْ غَمِيْمًا اَوْ فَعِيْرًا فَاَللّٰهُ اَوْ لٰى بِسْمَاعِ تَفْ فَلَا تَتَّبِعُوْا الْاَهْوٰى اَنْ تَعْدُوْا ؕ وَاِنْ قُلُوْا اَوْ تَقْرَضُوْا فَاَتِ اللّٰهَ كَانَ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ جَمِيْعًا (النساء: ۱۳۴)

لَا وَ كَا يَخْبِرُكُمْ نَسْتَاكُ قُوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدُوْا اَعْدَاؤَ قَوْمِ قَوْمٍ لِّلنَّفْسِ (المائدہ: ۵۰) ؕ وَاَقْلُوْا فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَذِيْنَ يٰقِيْلًا تَلُوْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (الانفال: ۶۲) ؕ وَاِذَا جُنَيْتُمْ مِّنْ اَلْ اَرْضِ فَرَعُوْا مِنْكُمْ شُرَءَ الْعَدَابِ يٰذُرِّيَّةٓ اٰتُوا نَسْمًا وَّ رِيْبَتِيْجِيْبُوْنَ نَسْمًا لَّعَلَّكُمْ تَرٰوْنَ بِلَاغًا مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمًا (البقرہ آیت ۵۰)

بدلتا ہے اور عفو پر استغنا غلو کیا جا رہا ہے کہ نبی امر ائیل کو بدل لینے کے بنیادی حق ہے یہی محرم کیا جا رہا ہے دراصل بات یہ تھی کہ جب ایک زمانہ گزر گیا اور نسل بدلتی رہی اس لئے عمل نے اس قاعدہ پر عمل کیا تو ان کے اندر ایک قسم کی خود بخوبی اور سخت دلی پیدا ہو گئی تھی اب اس کے سوا ان کا علاج نہ تھا کہ ایک تاریخی عہد تک ان سے بدلہ کا حق چھین لیا جائے۔ چنانچہ مسیح کے درویشی امر ائیل کو یہ تعلیم دی گئی۔ "تم سس چلے ہو کہ تمہارا کیا کر آنکھ کے بدلے آنکھ اور ذانت کے بدلے دولت پر میں تمہیں ہتھیاروں کے ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے واسطے ہاتھ پیراچے مانے دو سرا بھی اسکی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر ناش کر کے تیری تباہی کرتے کو بھی اسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیا ہے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔۔۔ اپنے دشمنوں کو پیاز کرو اور جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو جو تم سے کہہ رکھیں ان کا بھلا چاہو اور جو تمہیں دکھ دیں اور ستائیں ان کے لیے دعا مانگو" (متی ۵: ۴۵)

پس اسلام عیسائیت پر بھی تنقید نہیں کرتا اور دونوں تعلیموں کی حالات کے ساتھ مطابقت اس طرح کرتا ہے کہ پہلی تعلیم اپنے وقت کی ایک بزدل قوم کے واسطے تھی تو دوسری ایک سفلی قوم کے لیے یہ وہ زمانہ تھا کہ ان ابھی اپنی تادیب اور تربیت کے ابتدائی مراحل میں سے گزر رہا تھا اور بلوغت کو نہیں پہنچا تھا اس لیے ان کی تعلیم بالغ نظران کے لیے ہی بل عمل نہیں ہو سکتی اور نہ ایسی تعلیم سے آج دنیا میں امر قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی نوع انسان کی اصلاح ممکن ہے۔ اس لیے اسلام نے جب ایک بالغ نظر ترقی یافتہ انسان کو نبی طلب کیا تو ایسی تعلیم دی جو عارضی اور وقتی تقاضوں سے پاک ہے۔

وَجَاءَتْ سَيِّئَةٌ مِّمَّنْ بَدَّلَتْ دِينَهَا فَتَمَسَّهَا فَمَنْ غَافَا فَاصْلَحْ مَا جَاءَكَ
عَلَى اللَّهِ طَائِفَةٌ لَّا يُغَيِّبُ الظَّالِمِينَ ۝ (النشوری ۴۱)

قرآن شریف ایک طرف دوسری شریفیت کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کہ بدو کا وہ اسکی ابدی کے اندازہ کیطابق سزا دو تو دوسری طرف مسیحی تعلیم کو بھی قبول کرتا ہے کہ تو بدی کے بدل میں اعلیٰ سے اعلیٰ نیک سلوک کر اور ان دونوں تعلیموں سے زائد بات یہ بیان فرماتا ہے کہ عفو کی اجازت ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ معافی کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ اگر معافی کے نتیجہ میں یہ خطہ لاحق ہو کہ مجرم اصلاح کی بجائے جرم اور ظلم پر بھی دلیر ہو جائیگا تو اس صورت میں معافی کی اجازت نہیں۔

غرض دونوں سلوکوں میں سے جو سلوک بھی مومنہ اور عمل کے مناسب حال ہو اختیار کیا جائے۔ اس تعلیم کی بنیاد فطرت انسانی ہی ہے اور فطرت انسانی کی طرح غیر تبدیل ہے اور زمانہ کی دستبرد سے بالا ہے اور آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جیسے ۱۴ برس پہلے تھی۔ یہ ایک سادہ سی عام فہم تعلیم ہے لیکن سہل و مستقیم کی ایک عجیب مثال ہے۔ جہاں تک میں نے نظر درڑانی تجھے کسی مذہب کی کتاب مقدس میں ایسی تعلیم دکھائی نہیں دی۔

اسلام کی بعض دیگر امتیازی خصوصیات

۱) صامعین کرام! اسلام کے نمایاں امتیازات کا مضمون تو بہت وسیع ہے۔ یہ چندہ اہم نکات تھے جو اس وقت تفصیل سے بیان کرنا میں ضروری سمجھتا تھا۔ باقی خصوصیات کی طرف

وقت کی محاسبت سے صرف اشارے ہی کئے جا سکتے ہیں۔

۲) اسلام کا ایک امتیازی خیال ان مذہب کے بنیادی تصور کے بارہ میں ہے کہ وہ فطرت کی حقیقت کو تسلیم کر کے دوسرے مذاہب کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی توحید کو ایسی قابل سمجھ صورت میں پیش کرتا ہے جسے ایک بدی اور ایک عالم و ظالم برابر سمجھ سکتے ہیں جو اسکی ذات و صفات کی عظمت دونوں میں قائم کرتا ہے اور تمنا ہے کہ وہ سب خصوصیات کا جامع اور سب عیبوں سے پاک ہے اور یہ واضح اور قادر مطلق زندہ خداوند زمانہ مکمل اپنی قدرت میں کوننا اظہار اپنے پیار سے بندوں سے محبت کا سرور فرماتا ان کی دعاؤں کو سنتا اور ان سے ظلم کرتا ہے پس یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو زمانہ و مکان پر برابر حاوی بنلا تا ہے اور ذات و صفات دونوں میں اسے واحد دکھلاتا ہے اور کسی زمانہ میں بھی اسکی صفات کو معطل نہ کرے۔

لَمْ يَكُنْ لَكُمْ مَلَكٌ مِنْ بَدَلِكُمْ فَهِيَ كَالْحَبَابَةِ
أَوْ أَشَدَّ قَسْوَةً (البقرہ آیت ۷۵)

میں جتنا اور ہر زمانہ کے بندوں کے لیے وصل اور مکالمہ کی طرح کی راہ کھلی ہوئے کا اعلان عام کرتا ہے۔ (۱) اسلام کی تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اسکی ہر صفت خدا تعالیٰ کے کلام اور اسکی کام یعنی اسکی قول و فعل میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں اور اس طرح اسلام انسان کو مذہب اور اسسٹنس کے جھگڑوں سے آزاد کر دیتا ہے کیونکہ وہ بعض دوسرے مذاہب کی طرح قوانین قدرت کو نظر انداز کر کے اسکی خلاف باتوں پر یقین رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ قانون قدرت پر غور کر کے ان سے فائدہ اٹھانے کی تعلیم دیتا ہے (۲) اسلام کی ایک امتیازی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم محض دعویٰ اور حکم سے نہیں منواتا بلکہ ہر امر کے لیے عقلی دلیل دیتا ہے اور ایسے زبردست دلائل سے ایمانیات کے سائل ثابت کرتا ہے کہ عقل انسانی مذہبی تعلیم کے ساتھ اس یقینی علم کو یا کر مطمئن ہو جاتی ہے۔ (۳) اسلام کی بنیاد صرف تصورات پر نہیں بلکہ وہ ہر شخص کو تجربہ کی دعوت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہر سچائی کسی نہ کسی رنگ میں دنیا میں پرکھی جا سکتی ہے۔ (۴) اسلام کی الہامی کتاب نے نظری اور بے مثال کتاب ہے جو اسے سب مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ آج تک قرآن شریف کے واٹشکاف اعلان اور دعویٰ کے باوجود اسلام کے سب دشمن مل کر بھی اسکی کسی ایک جزئی مثال بنانے پر بھی قادر نہیں ہو سکے اور قرآن کی بے نظری صرف اسکی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ اسکی جامعیت اور اعلیٰ تعلیمات کے لحاظ سے بھی ہے اور اگر کسی کو شبہ ہے تو آج بھی قرآن شریف کا یہ تبلیغ اسے دعوت فکری دیتا ہے کہ قرآنی تعلیم کی دانندہ یا اس سے بہتر کوئی تعلیم پیش کرے تو اسکی دعوت یہ ہے کہ ایسا نہ کوئی کرے گا نہ کر سکیگا کسی بھی دوسری مذہبی کتاب میں اپنے بارہ میں نہ یہ دعویٰ ہے نہ اس نوع کا کوئی چیلنج موجود ہے (۶) قرآن شریف کا ایک اور امتیازی کمال یہ ہے کہ وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ قرآنی تعلیم نہ صرف مذہب سے تعلق رکھتی ہے اور جہاں نہیں بلکہ حضرت بلکہ کی ہر قابل ذکر اور باقی رکھنے کے لائق ہے۔ اس کتاب میں روح کر دی گئی ہے جیسا کہ فرمایا۔ فَيُحَاكِمُكُمْ قِيَمَةُ (البنی آیت ۱) پھر فرمایا ان فَهَذَا (الفی المصحف الاولی) کہ صحیفہ انوار جہنم و جہنمی (الاولی ۲۰)

(۷) اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ جو الہامی کتاب اس مذہب کو پیش کرتی ہے اسکی زبان (عربی) زندہ ہے اور زبان کی زندگی کتاب کی زندگی پر دلالت کرتی ہے۔ پس باقی ماندہ تمام الہامی زبانوں کا مردہ ہو جانا اور قرآن کی زبان کا زندہ رہنا اسکی عظیم الشان خصوصیت ہے۔

(۸) اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اسکی صرف تعلیمات کا ادب و باج ہی بلکہ اس کا رسول انسانی زندگی کے ہر قسم کے دور سے گزرا اور ہر قسم کے کرشمہ نشاہی تک اسکی تاریخی زندگی ہر قدم اور ہر لمحہ پر درخشندہ نمایاں قائم رہی چلی جاتا ہے۔ ایسا کامل اور قابل اتباع نمونہ جو اپنی وسعت اور تنوع میں ہر گمراہ صرف اسلام کا رسول ہی پیش کرتا ہے جسکی زندگی ایک علمی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ مخفی نہیں بڑا تمام تفصیلات محفوظ ہیں اور ایک کامل نمونہ کے لیے ایسا ہونا ضروری تھا اسکی مقابلہ باقی انبیاء و انسانی زندگی اور اسکی اعلیٰ وسیع بکار با صل ہونے نہ ہی انکی سوانح حیات مکمل طور پر محفوظ ہیں اور زندگی کا اکثر حصہ نظروں سے اوجھل ہے۔

(۹) اسلام کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اسکی بے شمار مشکوٰت یا پائی جاتی ہیں جو ہر زمانہ میں یورپی ہو کر لوگوں کو اسلام کی سچائی اور بندہ خدا کی سستی پر یقین پیدا کرتی رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی پیکر کوئی یوروانہ ہوتی ہے۔ اور یہ زمانہ تو اس بارہ میں اپنی مثال آپ ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے زمانہ کے فرعون کی لاش کا دستیاب ہونا ایسے مذاہب کی عرض میں دروں میں ہونا کہ انسان کو ہلاک کرنے کے لیے تیار کی جا سکی جو پکھنے سے پہلے کھینچ کر لے اور غردی ہر جگہ ہے (۱۰) اسلام کا یہ بھی ایک نمایاں امتیاز ہے کہ جب حیات نہ الموت کی خبریں دیتا ہے تو اسکی ہی اس دنیا سے تعلق رکھنے والی بعض مشگولیاں بھی کرتا ہے جو پوری ہو کر حیات آخرت والی پیشیں خبریوں پر بھی یقینی پیدا کر دیتی ہیں۔

(۱۱) اسلام عدل و انصاف کی اللہ تعالیٰ تعالیٰ اور بین الاقوامی تعلیم دینے کے لحاظ سے تمام دوسرے مذاہب سے تازہ ہے۔ یہ تعلیم ایسی جامع ہے کہ تعلقات کے ہر امکانی دائرہ پر حاوی ہے۔ بطور مثال جموں اور مرد در دولت اور دشمن افراد اور قوموں کے حقوق اور انکی بددیانتی کی نمانائی کرتی ہے جو سماجی غیر مردوں اور مردوں پر مبنی ہے۔

(۱۲) اسلام انسان، انسان کے درمیان مساوات کا علم دار ہے۔ سبھی ذات پات، نسل اور قوم کی کوئی تیز نہیں ہے بلکہ سب انسانوں کو بلجا انسانیت یکساں قرار دیتا ہے۔ پھر اسلام عزت اور احترام کے لحاظ سے ایک نیا پیمانہ پیش کرتا ہے۔ یہ کہ فرمایا: **إِنَّ الْمَرْءَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا** (انحطاط آیت: ۱۳) **وَمَنْ عَمِلْ صَالِحًا حِسَابَ ذِكْرِ آتِيهِ وَهُوَ مَكْرُومٌ فَإِنَّ كَلِمَاتِي يَدُ خَلْقُونَ الْجَنَّةَ يَدْخُلُونَ تَوَكُّبًا بِغَيْرِ حِسَابٍ** (الرومن آیت: ۱۷)

(۱۳) اسلام گناہ اور تکی کی ایسی تدریجاً ترتیب سے دیکھتا ہے کہ سب سے تیز کرتی ہے۔ انسان کی فطری خواہشات کو بری قرار نہیں دیتا بلکہ ان کے لیے عمل استعمال کا نام بدی رکھتا ہے۔ اور تمام طبی تقاضوں کی تعمیل اور تربیت کرتے ہوئے ان کی مناسب نشوونما کی تعلیم دیتا ہے۔

(۱۴) اسلام ایک منصف مذہب ہے جس نے ورثہ میں ہی عورت کے حقوق کو قائم نہیں کیا بلکہ مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا قیام کرنے کے باوجود مساوات پر ایسا غلو نہ دیا کہ جو مرد اور عورت کے نفسی فرق کو نظر انداز کر دے۔ آخر یہ ہیں ان تمام افراد اور قوموں کو جو اس کے خواہاں ہیں یہ عظیم خوش نصیبی دیتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو آج انفرادی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی، قومی اور انسانی امن کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کی تعلیم ان سبہا کے زندگی پر حاوی ہے۔ اسلام تجاویز و تنبیہات ہے جس کا نام اس ہے اور جس سے منکر ہو جو اسلام کی آیات و احکام میں کیوں ایسا نہیں کرنا چاہیے اور اس میں اس فعل سے پرہیز کرنا چاہیے جو فساد پیدا کرنا چاہیے۔ اسلام کا رسول بھی ان مسلمانین کو بلا کر سب ان کا پیام دینے والوں کا سردار ہے۔ آپ نے فرمایا **تَسْلِمُوا لِي وَتَسْلِمُوا لِمَنْ بَعْدِي** کے قول و فعل کے شر سے ہر امن پسند محفوظ رہتا ہے۔

حج الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **إِنَّ خَيْرَ خَلْقٍ قَامَ مِنْكُمْ** کے موضوع پر ایک لافانی پیمانہ ہے جو ہر قوم، نسل اور مذہب و ملت کے لیے ہے۔

یساں واجب العمل ہے۔

اسلام کے مفہوم میں صرف بندے اور بندے کے درمیان امن کا تصور داخل نہیں بلکہ بندے اور خدا کے درمیان بھی امن کا مفہوم شامل ہے۔ چنانچہ اس پر ہے **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَدْرِكَهُ لَوْلَا إِتْقَانُ اللَّهِ وَمَا كَانَتْ تَرَاهُ** سے ایسے تعلقات قائم کرے کہ اس کی سزا اور عقوبت۔ سزا میں آجائے۔ اللہ نے اپنے مسلمانوں کے اندر امن و سلامتی کا ایسا وسیع مفہوم ہے جو اس دنیا پر بھی حاوی ہے اور اگلے جہان پر بھی۔ انسانوں کے تعلقات پر بھی پھیلا سوا ہے اور اللہ اور بندہ کے تعلق پر بھی اور ایک سامان پر لازم ہے کہ وہ نظام کائنات میں کوئی خلل پیدا نہ کرے اور اللہ کے بندہ شکر ہے۔ وہ اپنے آپ کے لیے بھی سراپا امن ہو جائے اور غیروں کے لیے بھی سراپا امن ہو۔ اسلام کی تعلیم اس لائق ہے کہ آج تو میں اس سے استفادہ کریں اور ہولناک تباہی سے بچ جائیں۔ یہ اس سلسلے سے مفرد ہے کیونکہ کسی دوسرے مذہب میں جب بین الاقوامی نصرتی وجود نہیں تو وہ بین الاقوامی تعلیم کیسے پیش کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک الگ اور مستقل مفہوم ہے جس کا تفصیل میں اس وقت میں نہیں جاسکتا کہ خبریں اور رپورٹیں (سویڈن) میں اپنے ایک پیچھے میں نے اسلام کی بین الاقوامی تعلیم امن اور عدل و انصاف کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان کیا تھا۔ یہ مضمون **THE REVIEW OF RELIGIONS AND DER ISLAM ZURCH** میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن آج میں بھی رتت کا انصاف سے اس حد تک اختصار سے کام لیتا ہوں کہ اسے سیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے

آخر میں اسلام کے ایک اور عظیم الشان امتیاز کا ذکر کر کے اپنے خطاب کو ختم کرتا ہوں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور خدا اور بندے کے تعلقات کو آج بھی اسی طرح قائم کرنا دعویدار ہے جیسے از مذہب بقم میں خدا اور بندہ کے تعلقات کا ذکر ملتا ہے۔ اسلام وحی اور الہام کو ایک نصیحت یا رہنمائی کے طور پر پیش نہیں کرتا بلکہ ہر زمانہ کے ان کو خوش خبری دیتا ہے کہ جس راستہ پر نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ نے اپنے رب کی تعاد حاصل کی اور جس راہ پر یحییٰ مزن ہو کر خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

پر خد سب پہلووں سے بڑھ کر جلوہ گر ہوا۔ آج بھی وہ وصل کی راہیں کھلی ہیں اور اس کا عام ہے ہر اس شخص کے لیے جو اصل الہی کا مت پیے۔ چنانچہ فرمایا: **مَنْ عَلَّمَ نَسْمًا نَبِيًّا مَثَلِي يَوْمَ حِيٍّ أَيْ أَنَسْمًا مَثَلِي يَوْمَ حِيٍّ وَاحِدَةً فَسَيَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلًا مَثَلِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَشْرِكُ بِيَأْوَدَةَ رَبِّي أَحَدًا** (الصف آیت: ۱۱)

پھر فرمایا: **إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ أَمْرَاتُنَا فِي سَمَوَاتٍ مَبْنُوعَةٍ لَكُمْ تَكُونُونَ فِيهَا أَزْوَاجًا مُتَنَزِّلِينَ عَلَى الْمُحْسِنِينَ وَالْمُسْتَقِيمِينَ** (الحج الميسر آیت: ۳۱)

فی زمانہ قرآن کریم کے دعاوی کا زندہ و تازہ ہوت

جماعت اسلامی کے نزدیک آج قرآن کریم کے ان دعاوی کا زندہ ہوت، بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد دیوبند کا وجود ہے۔ جو ۱۳۵۰ھ میں لاہور کے ایک گناہ کاؤں قادیان میں پیدا ہوئے اور ان کی ابتدائی تعلیم برکات مرن ہوئی اور الہام سے مشرف کئے گئے اور اسی زمانہ میں تقاضے باری تعالیٰ کے اعلیٰ مقصد کو پایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے منشا اور اس کے امر کے مطابق ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور اسلام کی تبلیغ اور خدمت کے لیے نوالی لاکھوں افراد پر مشتمل ایک فعال جماعت چھپے چھپور کر ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کا احیاء اسلام اور غلبہ اسلام کا مشن نظام خلافت کے ذریعہ جاری ہے۔ اپنے نیچے جان کی غرض بیان کرتے ہوئے بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: **مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے اور وہ کرامات مجھے عطا کیے گئے ہیں جس کے مقابل میں ہر تمام مذہب باطل ہے اور ہمارے اندر بھی عاجز ہیں۔ میں ہر ایک مخالف کو دکھلا رہا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیم اور علم حکیم اور اپنے رسالت و حقیت اور بزرگت کا طرہ کی روشنی میں ہے۔ موسیٰ کے معجزوں سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صد بار زیادہ (انجام تکمیل صلاحت)**

پھر آپ فرماتے ہیں: **اس تنازعہ کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گناہوں اور خدشوں سے بچا جائیگا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لیے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ میں امن اور صلح کے نئے دنیا کو بھیجے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کروں اور مجھے اس نے حقارت طلبوں کی تسلی پانے کے لیے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں (سبح ہمد ستان میں صلاحت)**

آخر میں اپنے خطاب کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں جو تمام بنی نوع انسان کو ایک دعوت عام دے رہے ہیں: **وہ آئینہ جس سے امن برتر ہستی کا درخشاں ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور نیا طہ ہے جس کا میں اچھی ذکر کر چکا ہوں۔ کسی روح میں سچائی کا تشریح ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر مردوں میں سچی تلاش پیدا ہوا تو دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں۔ مگر یہ راہ کس طریق سے کھلے گی اور یہ حجاب کس دوا سے اٹھے گا میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف **اسلام ہی** ہے جو اس راہ کی خبر بخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے ہر لحاظ میں سوچتی تھیں مگر یہ خدا کی طرف سے ہر نہیں۔ بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک جلا پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں ہیں بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبانوں کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میرا جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشم کے اس کھلی کھلی موزنیت کا پیا لہا پیا ہوا (اسلامی اصول کی فلاسفی صلاحت ص ۳۲)**

بلاشبہ ہر امن کے متلاشی بلکہ قرآن ان کے لیے آپ کی یہ دعوت مشرودہ جانفزا کی حیثیت رکھتی ہے

(مفقول از الفضل ۳۰ د ۳۱ جنوری ۱۹۸۲ء)

سابقہ مفسرین قرآن کے بالمقابل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پر معارف تفسیر قرآن کے چند نمونے

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان

اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کامل اور مکمل شریعت کو نازل فرمایا جو "قرآن مجید" کی صورت میں آج ہمارے لائقوں میں محفوظ ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیحہ چوں قرآن کے گرد گھوموں کبھی مرا یہی ہے (السیح الموعود)

اس سے قبل جتنے بھی صحیفے نازل ہوئے ایک وقت مقدر کے بعد انسانی دست برد کا شکار ہو گئے۔ اور طرح طرح کا تحریف ان میں ہوتی چلی گئی۔ لیکن قرآن مجید کے بارہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ خاص وعدہ فرمایا تھا
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْكُتُبَ
وَإِنَّا لَهُ نَحِيفُظُونُ

()

کہ ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن کریم) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ یہ الہی وعدہ قرآن کریم کی صوری حفاظت کے لحاظ سے بھی اور معنوی حفاظت کے لحاظ سے بھی نہایت شان کے ساتھ پورا ہونا چاہیے اور قیامت تک پورا ہونا چاہئے گا۔ ظاہری اور صوری حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسے سالانہ فرمائے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں بسم اللہ کا جاس لے کر و انتاس کا مس تک پورا قرآن کریم محفوظ ہے۔ اگر خدا نخواستہ قرآن کریم کے نسلی اور مطبوعہ نسخے اس رنگ میں ناپید ہو جائیں کہ کوئی ایک نسخہ بھی دنیا میں موجود نہ رہے، تب بھی قرآن کریم دنیا سے مفقود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسانی سینوں اور ذہنوں میں اس کا لفظ لفظ بلکہ حرف حرف نقش ہو چکا ہے۔

معنوی لحاظ سے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے جیسا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت عطا فرمائی تھی کہ خدا تعالیٰ ہر ہمدی کے سر پر مجدد مبعوث فرمائے گا۔ جو دین کی تجدید کریں گے اور ہر قسم کی غلطیوں سے اس کو صاف کرتے رہیں گے ()
بعضہ تعالیٰ گزشتہ تیرہ صدیوں تک ہر صدی میں ایسے مجددین مبعوث ہوتے رہے اور

اپنے اپنے زمانوں میں وقت کے مناسب حال تجدید و اجراء اسلام کا کام کرتے رہے۔

— — —

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے زمانہ کی بھی خبر دی تھی کہ ایمان اور قرآن معنوی طور پر تریا ستارے پر جا پہنچا ہوگا۔ اور عقائد و نظریات کے لحاظ سے شرعی و فہمی مسائل کے لحاظ سے اور قرآن مجید کی تفسیر کے لحاظ سے مسلمانوں کے اندر اس قدر اختلاف رونما ہو چکا ہوگا کہ بجز امام مہدی کے جو خدا تعالیٰ سے ہدایت یافتہ ہوگا اور حکم اور عدل کی حیثیت میں مبعوث ہوگا۔ کوئی اور وجود ان اختلاف کا فیصلہ نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مارچ ۱۸۸۹ء میں ناموریت اور امامت کے مقام پر نازل کئے گئے اور آپ کو ابام ہوا

”الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ“
کہ رحمن خدا نے تجھے قرآن سکھایا ہے

اور ساتھ ہی معارف قرآن کے سرچشمے کا وضاحت میں آپ کو یہ ابام ہوا کہ
”مَلِكٌ مَّرْكُومٌ مِّنْ مَّجْدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَهُ وَ
تَعَلَّمَ“

ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بڑا ہی مبارک ہے وہ جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔

(براہین احمدیہ جلد سوم صفحہ ۲۳۹ء حاشیہ در حاشیہ نمبر اول)

اس زمانے میں سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مہرود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کے لئے مامور فرمایا۔ اور قرآنی حقائق و معارف کی اشاعت کا فریضہ آپ کے سپرد فرمایا۔ بعضہ تعالیٰ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے قرآنی حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے۔ اور قرآن مجید کو ایک زندہ کتاب کی حیثیت سے پیش فرمایا۔ سابقہ تفاسیر کی غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور معرضوں کے

نہ صرف منہ بند کر دیئے بلکہ ایسا حسین اصناف اور نکھار ہوا خوبصورت چہرہ قرآن کریم کا دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ کیا دوست اور کیا دشمن جس نے بھی باخ نظری سے اس کا شاہد کیا، مگر دیدہ ہو گیا۔

— — —

حضرت علیہ السلام نے با دلائل اس امر کو ثابت فرمایا کہ

- ۱۔ قرآن کریم کی کوئی آیت تو کیا ایک زیر اثر بلکہ کوئی شوشہ تک بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔
- ۲۔ قرآن کریم میں کوئی لفظ بے فائدہ اور بے معنی نہیں ہے اور نہ لفظ کوئی نہیں۔ ہر لفظ ایک معنی اور حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔
- ۳۔ قرآن کریم میں ہر واقعات درج کئے گئے ہیں وہ معنی پورانے تھے نہیں ہیں بلکہ آئینہ زمانہ کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ نیز ہمارے عبرت حاصل کرنے کے لئے اسباق ہیں۔

- ۴۔ قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی جانی چاہیے جو دوسری آیت سے مخالف نہ ہو بلکہ اس کی مؤید ہو۔

- ۵۔ اور یہ کہ قرآن کریم کے مطالب جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق قائم کرنا اور حقیقی پاکیزگی اپنے اندر پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کے ارشاد ربانی سے ظاہر ہے۔

ذیل میں بطور نمونہ چند آیات کی تفسیر درج کی جاتی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے کے مفسرین نے کی ہے اور پھر اس کے بالمقابل حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تفسیر کے کچھ اہمیت جاس درج کئے جا رہے ہیں تاکہ تاریخین موازنہ کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو واقعی فہم قرآن عطا فرما کر حکم اور عدل کے منصب پر مرفراز فرمایا ہے۔

— (۱) —

قِيلَ ادْخُلِي الْمَدِيْنَةَ فَخَلَّتْ
حَسْبَتْهَا لُجَّةٌ وَكَشَفَتْ عَنْ
سَاقِيهَا قَالِ إِنَّهُ صَرَحَ
مَمْرُودٌ مِّنْ قَوَارِيرٍ قَالَتْ
رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي

وَ اَشَدَّتْ مَعَ سَلِيْمٍ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝
(سورة النمل : ۲۵)

● علامہ ابو القاسم جبار اللہ محمود بن عمر (متوفی ۸۱۵ھ) صاحب کشف خوارزمی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”روایت ہے کہ حضرت سلیمان کے دنگہ بقیس نے اس کے آگے سے پیشتر اس کے رستہ میں سفید شیش کا ایک ٹکڑا بنانے کا حکم دیا۔ اس کے نیچے پانی چھوڑ دیا۔ اور اس میں مخمڑی جانور پھیل گیا وغیرہ ڈال دی گئیں۔ آپ کا منت و دعا میں رکھ دیا گیا۔ پس آپ ان پر بیٹھ گئے۔ اور آپ نے پرندوں اور جن و انس کو روک رکھا تاکہ اس کے سامنے اپنے حکم کی عظمت تحقیق نبوت اور شہادت علی الدین کا اظہار کریں۔ مفسرین کا خیال ہے کہ جن اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ آپ اس سے شادی کریں۔ کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ لاکھ ان کے سارے راز آپ کو بتا دے گی کیونکہ وہ پری کی بیٹی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جن اس بات سے ڈر گئے کہ اس کے پاس ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو جن و انس دونوں کی عقل کا مالک ہوگا۔ اس لئے انہیں (جنوں کو) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے ایک ایسے بادشاہ کے پاس جانا پڑے گا جو زیادہ سخت اور زیادہ جاہل ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اس کی عقل میں کچھ خور ہے۔ اور اس کی پٹریوں پر بہت بال ہیں۔ اور اس کے پاؤں گدھے کے سونوں کی مانند ہیں۔ پس حضرت سلیمان نے تنگیز عرض ہے اس کا امتحان کیا تاکہ اس کی پٹریاں اور پاؤں دکھیں۔ پس جب اس نے دونوں کو مٹایا تو آپ نے دیکھا کہ وہ تمام انسانوں سے خوبصورت پٹریوں اور پاؤں کی مالک ہے۔ اور ان پر بالکل بال نہیں۔ تو آپ نے اپنی نگاہ پھیری اور اُسے پکار کر کہا کہ یہ تو شیشوں سے بڑاوشہ محل ہے۔“

(تفسیر الکشاف الجزء الثانی ص ۱۲۱)

● شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”دیوان خانے میں بیٹھے تھے حضرت سلیمان اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا لگتا پانی ہراتا۔ اس نے پٹریاں کھولیں پانی میں بیٹھے ہیں حضرت سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشوں کا فرش ہے پانی نہیں۔ اس کی ایک عقل کا تصور اور ان کی عقل کمال معلوم ہوا سمجھی جو یہ سمجھے ہی سہی صحیح ہے۔ حضرت سلیمان نے سننا تھا کہ اس کی پٹریوں پر بال ہیں بکری کی طرح۔ اس طرح معلوم کیا

سیدنا حضرت مسیح موعود کا اصرار علیہ کی حیثیت سے

مولانا امداد صابری کا ایک اہم نوٹ

مرسلہ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مودبغ احمدیت ربوہ

مولانا امداد صابری برصغیر کے ایک معروف اہل قلم اور ذرائع نگار ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب "فرنگیوں کا جال" کا دوسرا ایڈیشن دہلی سے چھپا ہے جو انڈیا آفس ناٹری ریسٹنٹ میں موجود ہے۔ اس کتاب میں مولانا صاحب نے "عجایب رد نصاریٰ کے حالات زندگی" پر ایک مستقل باب بانڈھا ہے۔ جس میں ملک کی دوسری شخصیات کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح اور بہادری قلمی پر بھی ایک مختصر نوٹ سپرد قلم کیا ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے:

(دوست محمد شاہد)

"مرزا غلام احمد قادیانی"

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مشہور مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ شہنشاہ بابر کے زمانہ میں ایک شخص مرزا ہادی بیگ نامی علم دوست رئیس تھا۔ اپنے چند عزیزوں کے ہمراہ ہندوستان آیا۔ اس نے لاہور کے قریب ایک جنگل میں کیمپ ڈالا۔ جس کا نام "اسلام پور" رکھا۔ حکومت دہلی نے ان کو اس علاقہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کے پڑدادا مرزا فیض محمد کو شاہ فرخ سیر نے ۱۶۱۶ء میں ہفت ہزاری کا خطاب دیا۔ بادشاہ کے اہل ان کی بہت عزت تھی۔ چنانچہ خاندان کا سلسلہ یہ چلا۔ مرزا فیض کے بیٹے مرزا گل محمد تھے، اور مرزا گل محمد کے صاحبزادے مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ تھے۔

مرزا غلام احمد ۱۲ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت تمام صورت میں ہوئی۔ جب آپ ۶ سال کے تھے تو ایک فارسی خواں معلم گھر پر پڑھانے کے لئے نوکر رکھے گئے۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں پڑھائیں۔ جب دس برس کے ہوئے تو ایک عربی خواں مولوی صاحب مرزا غلام احمد کو پڑھانے اور تربیت دینے کے لئے مقرر ہوئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ مولوی صاحب موصوف ایک دین دار بزرگ تھے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد کو توحید و توحید پڑھائے۔ سترہ برس کی عمر میں مرزا غلام نے مولوی گل علی شاہ سے منطق اور حکمت وغیرہ علم مروجہ حاصل کئے۔ بعض طبابت کی کتابیں انہوں نے اپنے والد سے پڑھیں۔ مرزا غلام نے عالم شباب میں قدم رکھا تو حرمتِ بلی سے نکاح کیا۔ ان کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے۔ اس بیوی سے

مرزا غلام احمد کی نہ رہی۔ چنانچہ مرزا غلام نے اس کو طلاق دے دی۔

مرزا غلام نے ۱۸۶۲ء میں سیالکوٹ کے دفتر ضلع میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ ۱۸۶۸ء میں آپ کو دائرہ کا انتقال ہوا۔ اور والد کا ۱۸۷۳ء میں ہوا۔

۱۸۷۹ء میں آپ نے جب اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ حکومت کے سایہ میں نہایت پر زور مشنری کام کر رہی ہے اور صلیبی مذہب ساری دنیا میں ایک طوفانِ عظیم کی طرح جوش مار رہا تھا اس وقت مرزا غلام نے "براہین احمدیہ" کتاب لکھی۔ جس کے ۴ حصے ہیں۔ اس کتاب کا ذکر حضرت مولانا محمد علی منگھڑی رحمتہ اللہ علیہ نے رد نصاریٰ کی فہرست میں ابن الفاظ میں کیا ہے۔

اس عمدہ اور مبسوط کتاب میں دو طریقے سے مذہب اسلام کی حقانیت ثابت کی ہے۔ اول تو تین سو دلائل عقلیہ سے، دوم ان آسمانی نشانیوں سے جو سچے دین کی سچائی ثابت کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ حتیٰ تو یہ ہے کہ اثباتِ حقیقتِ اسلام میں یہ عمدہ کتاب ہے۔

یہ مولانا محمد علی منگھڑی کا یہ تبصرہ اس وقت کا ہے جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام کا مسٹر عبداللہ تہم کے ساتھ امرتسر میں اسلام اور مسیحیت کے عنوان پر مناظرہ ہوا۔ جس میں عیسائیوں کو ہار ماننا پڑی۔

اس مناظرہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ پادریوں نے چند بیمار لڑکے چھپا

رکھے تھے۔ درمیان مناظرہ میں وہ بیمار لڑکے مرزا صاحب مدنی مسیح موعود کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ آپ مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ چند لڑکے بیمار ہیں۔ انہیں ہاتھ لگا کر اچھا کر دیجئے۔ مناظرہ میں بڑے جھگڑے لگے۔ مرزا غلام کھڑے ہوئے اور انہوں نے الزامی جواب حسب ذیل دیا۔ کہ مسیح نامی نے یہ فرمایا ہے کہ

"اگر تم میں ایک راتی کے برابر بھی ایمان ہے تو تم قدرت کے خزانوں کے مالک بن سکتے ہو۔ اور پہاڑوں کو حکم دے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہو اور کوئی بات تمہارے سامنے آتی ہوئی نہیں ہوتی چاہیے"

(مئی باب ۱۷، اوقات ۱۷) میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ مسیحی حضرات

ربوہ میں

برستی میں خدا کی رحمتیں دن رات ربوہ میں عدو احمدیت روز و شب دشنام ہیں کرتے عبادت گاہ میں گرجہ اذانیں بند ہیں اپنی خدا شاہد ہے ہر اک احمدی جرات کا پیکر ہے صبر سے ہم نے پرگالی کے بدلہ میں بغاؤں دیں نہ ہر ناگھبرا حکم ہم کو دشمن ناداں!

خلافت سے وابستہ خلیق راہی کو غم کس کا؟
عدو کی گھات میں ہے سن خدا کی ذات ربوہ میں

خلیق بن قالی۔ ربوہ

جو یہاں جمع ہیں اپنے مسیح پر ضرور ایمان رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کا ایمان رانی کے واسطے ہے تو بہر حال بڑا ہوگا۔ جب آپ کا ممنون ہوں گا کہ آپ ہی ذرا اپنا ہاتھ لگا کر زندہ کر دیجئے۔ پادری اس پر خاموش ہو گئے۔

تشیخہ الاذیان { ۱۹۰۷ء میں اپنی جماعت کے پروفیسر کے (سے) یہ رسالہ جاری کیا۔ جس میں عیسائیوں کے الزامات کے جوابات بھی شائع کیے جاتے تھے۔

مرزا غلام نے وہ کتابیں جو انہوں نے خالص اسلامی نظریے سے لکھی ہیں اور رد نصاریٰ میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔
(۱) براہین احمدیہ جلد چہارم، حصہ پنجم میں بھی صداقتِ اسلام اور معجزات کی حقیقت اور کمالات کے مدارج پر بحث کی ہے۔

(۲) اسلامی اصول کی خلاصہ، اس میں مذہب کی بنیادی اصولوں پر اسلامی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) آئینہ کمالاتِ اسلام، اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کی حکمت اور ملامک وغیرہ کے مسائل پر بحث ہے۔ اور تعلیمِ اسلامی کی اہمیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام کا انتقال ہوا۔ آپ کے جنازہ کو قادیان میں مقبرہ بہشتی کے ساتھ رکھا گیا۔

(فرنگیوں کا جال) (صفحہ ۳۳۱ - ۳۳۲)

مکتبہ خاندان الانبیاء

ساقی کوثر، امام المتقین
تو ہی خاتم، تو ہی فخر المسلمین

باعت پر خیر و برکت بالیقین
پانچ حیم قدس میں روح الامین
اسے سراج اولین و آخرین
امین عالم کی ضمانت تیرا دین

رشک ماہ نیم و تیری حسین
ساقی کوثر، شفیع المذنبین
تو ہی ہے سارے سینوں حسین

تیرے آنے سے ہوا روشن جہاں
حداد راک سے باللبے گماں
تیری خاطر ہی بنا کون دسکاں
تیرا خزان غماں امن و اماں

مدح خواں ہی تیرے کربیاں
سید ما اے امام حسین
تو ہی ہے شاہ شہشاہ و شہ دین

محسن انسانیت تیرا ہی نام
صب سے بلا میدی تیرا ہی نام
عرش پر ہے ذکر بس تیرا ہی نام
نہت صدق و صدا تیرا ہی نام
ذندگی بخشنہ ہے تیرا ہی جام
اسوہ حسنہ فقط تیرا ہی نام

بیاری سے کہتے ہیں تھکسوی سلام
شاہ کونین اے سراج عالمین
دعوت سب سے عظیم ہے تیرا

سارے دینوں پر ہے خلیفہ تیرا
سب چرخ فائق تیرا فخر آرا
اسی پر شاہد ہو کوئی قلب متین
بہ صداقت تیرے احساں کی رہیں
جس کا ہر اک لفظ ہے درخسین
جلوہ گاہ ہے اس کا ہر رخ حسین

تو ہی ہے ستر الہی کا امین
تیرا ہر لفظ ہے ماہ معین
تو ہی ہے سارے سینوں حسین

فرض ہے رکعت عبادت گاہ کی
یہ صداقت ہے کتاب اللہ کی
کیا نہیں ان کو طلب اصلاح کی
سجود مند کی ہر غافقاہ کی
راے ہے ہر مرد خود آگاہ کی
جڑ جھلا پھر کیوں ہے آلا اللہ کی

مند ہے ان کو اس بڑی درگاہ کی
رہنما ہے ان کا شیطان لعین
اک عذو اللہ سدا مہین

حیر و اکراہ دین میں جائز نہیں
ظلمت شب نور کی عاجز نہیں
صدق کی خاطر کوئی بارز نہیں
ظلم و مکرہ کبھی فاسد نہیں
جو خدا کا ہے کبھی عاجز نہیں
باسبقہ کوئی بھی راجز نہیں

کوئی کہتا ہے کہ ہم مل رہے ہیں
کس نے روشن کردیا دلت زمین
کون چہ شانہ گئے کیوں دین

مہدی موجود آنت کے امام
تو جی اللہ ہے بلا احترام
کس قدر بالا ہے پیر اس کا مقام
حضرت خیر رسل کے فضل تام
تو کلیم اللہ ہے ذی احشام
جس سے تو پانا رہا یہ فیض عام

سید کو نہیں کہتے ہیں سلام
بیاری سے تجھ کو اے گلِ حسین
اے جمالِ احمد کے امین!

(محتاج دیکھا: خاکسار عبدالرحیم راجپور)

ختم نبوت کی وضاحت کے لئے اشتیاق
ظاہر کیا۔ جس پر خاکسار نے دو گھنٹے
تک اس کی وضاحت کی جس کا خلاصہ
درج ذیل ہے :-

خاکسار نے سورۃ احزاب کی آیت
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّن رَّجُلٍ
وَالَكُنْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ
کا ترجمہ کرنے کے بعد بتایا کہ اس کے
استدلال حصہ میں اس بات کی نفی کی گئی
ہے کہ آپ مڑوں میں سے کسی مکہ باب
نہیں ہیں۔ اور آیت کے دوسرے حصہ
میں لکھنے کا لفظ لاکر ایک شبہ کو دور
کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ جب اس شخص
کا جسمانی بیٹا کوئی نہیں تو اس کا نام
کیسے قائم رہے گا یہ تو ابتر ثابت ہوگا
لہذا باللہ۔ تو فرمایا ذلک رسول اللہ
و خاتم النبیین۔ ہم نے اس کی اوت
جسمانی کی نفی کر دی مگر اب اس کی اوت
روحانی کا اثبات کرتے ہیں۔ آپ جسمانی
طور پر کسی مرد کے باپ نہیں مگر روحانی
طور پر آپ سب مومنوں بلکہ نبیوں کے
بھی باپ ہیں۔ رسول اللہ کے لفظ میں
آپ کے مومنوں کے روحانی باپ ہونے
کا ذکر ہے اور خاتم النبیین میں آپ
کے نبیوں کے روحانی باپ ہونے کا
ذکر ہے اور یہ اوت قیامت تک وسیع
اور دائمی ہے۔ پس اس اوت روحانی
کے ذریعہ آپ کا ختم نبی قابل تعریف
ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے۔ جسمانی بیٹے
تو مڑ جاتے ہیں مگر روحانی فرزند ہمیشہ کی
زندگی پاتے ہیں اور اپنے باپ کے نام
کو قائم رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت
مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی کتاب
تخیر الناس صفا کا حوالہ بھی دیا گیا جہاں
آپ نے فرمایا ہے کہ "اس آیت کا حاصل
مطلب یہ ہوگا کہ اوت معرفت تو رسول
اللہ صلعم و کسی نبی کی نسبت حاصل
نہیں یہ اوت جنوی امتیوں کی نسبت
بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی
حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو لفظ
خاتم النبیین شاہد ہے۔"

پس اس آیت میں خاتم النبیین کا یہی
مفہوم ہے کہ آپ عمیوں کے لئے ختم
والدہ ہے اس آیت کے توسط کے بغیر
کوئی شخص درج نبوت کو نہیں پاسکتا
آخر میں خاکسار نے یہ بھی بتایا کہ
خاتم النبیین بفتح تاء استعمال ہوا ہے
اور خاتم بالفتح جب جمع کی طرف مضاف
ہو جیسے خاتم النبیین۔ خاتم النبیین
خاتم المفسرین۔ خاتم الادیبہ و لوگاز
مربط کی طے سے (باقی صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ ہو)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی آخر
کتاب اور جمال سید عالم
سے ہر ایک دعویٰ کہے گا کہ وہ نبی ہے
میں خاتم النبیین ہوں۔ یہ دعویٰ
سے مقابلے پر دویر ہے۔

اس حدیث سے آنا ثابت ہوتا ہے
تحت محمدیہ میں نہیں کتاب اور
ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے
ہونے پر نہیں فرمایا کہ جو بھی نبوت کا دعویٰ
کے گا وہ دجال اور کذاب ہوگا۔ ان
دونوں باتوں میں سزا فرق ہے۔ تیس
کا تعداد مقرر کر کے میں بھی دس طرف
دستارہ کیا گیا ہے کہ کہیں سب سے
و رد نہ کر دیا جائے کیونکہ جو بھی دعویٰ
کئے ہیں ہوں گے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ
عنیہ وسلم کا یہ منشاء ہوتا کہ آپ کے بعد
ہر دعویٰ نبوت جوڑا ہوگا آپ تیس کی
ہر ہندی نہ فرماتے بلکہ عداوت فرماتے
کہ میرے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ
کے وہ جھوٹا ہے۔

دوسرے یہ کہ ان میں دجالوں اور
کذابوں کی تعداد حضرت مرزا صاحب
کا آدھے سے پہلے پوری ہو چکی ہے جیسا کہ
علامہ سبکی نے لکھا ہے اور کتاب
ارباب اللہ میں اور کتاب اللہ میں
آپ کے حج الکواہم میں غرر فرمایا ہے
نبوی صاحبان سے حضرت مرزا صاحب
فرماتے ہیں جب یہ شور مچایا کہ توذ باللہ
آپ ان تیس دجالوں میں سے ایک ہیں
جو آپ نے انہیں نکالنے کے فرمایا۔

اے نادانوں! بد نصیبو! کیا
تمہاری قسمت میں تیس دجال ہی
لکھے ہوئے تھے اور کوئی سبقت
مصیح تمہارے لئے تھی نہیں
تھا۔ . . . دنیا ختم ہونے
لگی مگر تم لوگوں کے دجال اچھے
ختم ہونے میں نہیں آتے شاید
وہ تمہاری موت تک تمہارے
ساتھ رہیں گے۔"

(ریویو برصداقتہ سادہ و حکیم الہی)
ہر بات صحت حسنی کی ہیبت و تقاضا
ساتھ میں سے درج کیا ہے۔ امام
کے گیارہ بیٹے تک جیسی ہیں خاتم النبیین
کی بحث کو صبح کے لئے چھوڑتے ہوئے
پس نے لیٹنے کی اجازت نہ چاہی۔ جس
سبب پر میں بیٹھا تھا اس پر تین
آپ اور بیٹھے تھے ان لوگوں نے ہر
تہہ پیچھے کی پوری برکت خالی کر دی خاکسار
نے آرام سے رات گذاری۔ صبح نماز فجر
پڑھا ساتھ سے فارغ ہو کر اجاب سے

احمدیت کا رون اور تابناک مستقبل

آسمانی نوشتوں کے آئینہ دار

از محترم مولوی محمد حفیظ صاحب بقا پوری سابق ایڈیٹر سیدر - تادیان

احمدیت کے بارہ میں ہم احمدیوں کا یہ ایمان اور عقیدہ یقین ہے کہ اس کا مستقبل نہایت درجہ تابناک اور روشن ہے۔ یہ نہ کوئی خوش فہمی ہے اور نہ محض خام خیالی بلکہ اس کے لئے ہمارے پاس آسمانی نوشتوں سے اخذ کردہ حکم دلائل اور اندرونی و بیرونی شواہد ہیں جن پر غور و تدبر کر کے ہر شخص ہمارے دعوے کی صداقت پر گمراہ نہیں ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلی اور واضح بات تو یہی ہے کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ اسلام ہی کی حقیقی تصویر اور عملی تشریح و توضیح ہے جسے جماعت احمدیہ عصر حاضر میں نہ صرف منکب بہت میں بلکہ ان کا عالم میں پسینی گنجدی ہے۔ یہ وہی وہاں دنیا کی تصویر ہے جسے آج سے پندرہ سو سال پہلے آقا نے ناساز حضرت پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے سب سے پہلے عربوں کے سامنے پیش کیا اور بعد میں آنے والے مسلمانوں نے ساری دنیا میں پھیلایا اس کی برکت سے مسلمانوں نے جہاں روحانی طور پر عروج پایا بلکہ ان کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصوں میں حکم حکومتی بھی قائم ہو گیا جہاں گئے اپنے علم اور ثقافت کی نرسختی والی نیر نیر ثابت کر گئے۔

(۲۰)

موجودہ زمانہ میں اُمت محمدیہ جس طرح کے اتر چلاوات سے گزر رہی ہے اسلام سے متعلق کامل علم رکھنے والوں کے لئے ایسے حالات پریشان کن اور نگرانیکہ تو ضرور ہیں لیکن مایوس کن ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ ان کی نظر ہمیشہ خدائی وعدوں پر رہی ہے جن میں سے اول نمبر پر سورۃ الحجر میں مذکور یہ وعدہ ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظُوْنَ (آیت ۱۰۱)

یعنی ہم نے ہی قرآن کریم (یا اسلام) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے چنانچہ گزشتہ بارہ صدیوں میں مبعوث ہونے والے مجددین کرام اپنے اپنے وقت پر اسلام کی ہی خدمت بجالاتے رہے اس لئے جو بدترین صدیوں میں پہلے سے بھی جو اہتر حالات پیدا ہوئے وہ بناتے ہیں کہ اس وقت بھی ضرور خدا کی قدرت اپنا کر گمراہ

دکھا سکتی۔ نہ صرف یہ بلکہ حسب روئے الہی امام مہدی اور مسیح موعود کے مبارک وجود کے ذریعہ تکمیل اشاعت دین اور اسلام کے مدعا فی غلبہ وہ وعدہ بھی بڑی شان کے ساتھ پورا ہو گا جس کا ذکر کلام اللہ میں حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اِنَّ قَدْرِي فَرَمَاتِيْ
 "هُوَ الَّذِي اَرْسَلَنَا رَسُوْلًا
 بِالْحَقِّ
 لِنُظْهِرَهُمْ بِحَقِّ الدِّيْنِ
 (سورۃ صفہ آت ۷۸)

یہ آیت کہ یہ قرآن کریم میں تین مقامات پر آتی ہے۔ چنانچہ سورۃ صفہ کے علاوہ سورۃ فتح رکوع اور سورۃ توبہ رکوع میں بھی اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ ترجمہ اس مشترکہ آیت کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دیکر بھیجا تاکہ اس تمام دور سے دین پر غالب کرے۔

یہ آیت کہ یہ بیانگ بلند اس امر کا اعلان کر رہی ہے کہ اسلام پر ایسا ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جب اسے دنیا کے تمام دوسرے ادیان پر دلائل اور براہین کے ذریعہ روحانی غلبہ اور حقوق حاصل ہوگا۔ تمام مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیت کہ یہ امام مہدی اور مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسلام کو ایسا روحانی غلبہ اسی مبارک وجود کے ذریعہ حاصل ہونے والا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں گے آپ ہی کے دیئے ہوئے نام امام مہدی اور مسیح موعود کے ساتھ جو دہویں صدی میں مبعوث ہوگا۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ آنے والا امام مہدی اور مسیح موعود اپنے وقت پر آچکا اور اس کے ذریعہ سے اسلام کے تابناک اور روشن مستقبل کی عمارت بھی مستحکم بنیادوں پر اُسے توار کر دی گئی۔ اس لئے جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احمدیت کا مستقبل تابناک اور روشن ہے تو اس کی بنیاد وہ آسمانی نوشتے ہیں جن میں سے سورۃ صفہ، سورۃ فتح، توبہ اور سورۃ الفتح کی مذکورہ بالا مشترکہ مضمون رکھنے والی آیت کہ یہ بھی ایک ہے چونکہ یہ خدائی وعدہ ہے اس

لئے اس کا پورا ہونا حتمی اور یقینی ہے۔ یہ جس بات کو کہتے ہیں کہ کیرنگ میں یہ ضرور ٹلنی نہیں دیتا خدائی ہی تو ہے۔

(۳)

کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے مسلمانوں کے دوسرے بھی تو فرقے، جماعتیں اور تنظیمیں موجود ہیں وہ بھی تو اسی قسم کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں پھر کون کون سمجھا جائے کہ ان کے مقابلہ میں احمدیت ہی مستقبل زیادہ روشن اور تابناک ہے اور ان کا نہیں؟ سو واضح ہو کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے دوسرے تمام فرقے، جماعتیں یا تنظیمیں اُس آسمانی تائب اور نصرت سے بیکسر محروم اور بے نصیب ہیں جو اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ ہماری مراد حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مؤید من اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اور یہ صرف اور صرف احمدی جماعت کو حاصل ہے۔ جبکہ دوسرے فرقے یا تنظیمیں یا تو اس روحانی وجود کی ضرورت کا پورا کرنے سے انکار ہی کر رہے ہیں اور اس کی جگہ اپنے علم و دہریہ کے لئے کافی سمجھ رہے ہیں۔ اور جو ان کا نہیں وہ بھی محض انتظار میں ہی دن گزار رہے ہیں۔ ان کی حالت پہلے گروہ سے زیادہ قابل رحم ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں روحانی اعتقاد ہی اور عملی فساد اور بگاڑ اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ کسی آسمانی وجود کے ذریعہ ہی انہیں راہ راست پر لایا جاسکتا ہے مگر وہ کب آئے گا اس بارہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ انتظار بھی کسی نہ کسی حد تک صحیح وقت معالج آنے کا تھا اُس وقت تو نہ آیا بعد میں آنے کا کیا فائدہ؟ تب تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ جب آئے گا تو اسے ہمارے مزار پر پتھر پڑیں غم: نیر سے ایسے پراپر اس کے برعکس جماعت احمدیہ مسلمانوں میں واحد جماعت ہے جس کو تقدیر کے نوشتوں کو پڑھنے، اُس کے اشاروں کو سمجھنے اور سعادت اور علم بخشا گیا۔

مقدس باقی اسلام حضرت پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ذریعہ اور اپنے رُوح پر در کلماتِ طیبات کے

ذریعہ اُمت محمدیہ کے زوال کے وقت جس سیمیا کے آنے کی، جس امام جمہدی کے ظہور فرما ہونے کی خوشخبریاں دے رکھی تھیں، ٹھیک وقت پر آپ ہی ایک آتی کو خدا کی قدرت کاملہ نے سر زمین ہند سے قادیان کی مبارک بستی سے کھڑا کر دیا۔ اسے اللہ ماما بتایا گیا کہ یحییٰ الذین و یقیم الشریعۃ کہ تو ہی وہ وجود ہے جو دین اسلام کو پھر سے زندہ کرے گا اور اسلامی شریعت کا قیام صحیح بنیادوں پر عمل میں لائے گا۔ مقدس باقی سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ۱۸۸۹ء میں خدائے تعالیٰ سے الہام کی بنا پر ماریٹا کا دعویٰ فرمایا پھر آپ ہی کو امام مہدی اور مسیح موعود بھی بتایا گیا۔ آپ کے ذریعہ خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایسی جماعت قائم کر دی جو مسلمانوں کے بگاڑ کے وقت اسلام کو پھر سے اُس کی اصل شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی سعادت پار ہی ہے اور ان تمام بنیادی کاموں کو زور بخش لارہی ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب عالم کے مقابل میں روحانی طور پر نمایاں اور ممتاز کرنے والے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ تمام دنیا احمدیوں میں اسلام کا وہ عملی نور دیکھ رہی ہے جو اس وقت دنیا سے مفقود ہو چکا تھا۔ یہ وہی نمایاں خصوصیت ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پہلی وحی نازل ہونے پر حضور کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ دنیا کی اصلاح کا جو عظیم القدر کام آپ کے سپرد ہوا ہے بالیقین آپ اس میں کامیاب و کامران ہوں گے اس لئے کہ آپ کے اندر وہ بنیادی صلاحیتیں اور اخلاق فاضلہ بدرجہ اتم موجود ہیں جو اس وقت دنیا سے مفقود ہو چکے ہیں۔ اس لئے اسی پس منظر میں اور آسمانی نوشتوں کی روشنی میں کہنے دیجئے کہ ہر جماعت اسلام کے اسی درخشندہ علمی نمونہ کو پھر سے دنیا میں قائم کرنے کی سعادت پار ہی ہے بلاشبہ اسی جماعت کا مستقبل بھی نہایت درجہ تابناک اور روشن ہے اور کوئی نہیں جو اس بات کو جھٹلا سکے۔

(۴)

اسی سلسل میں ایک اور بات جو ملحوظ خاطر رکھی جانی نہایت ضروری ہے وہ سورت عبادت کی حسب ذیل آیات کہ یہ سب سے مستنبط ہوتی ہے۔ اس سورت کے تیسرے رکوع میں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کَتَبَ اللّٰهُ لَآخِطَبٰتِنَا اَنَّا ذُرِّیٰ

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ
 اس کی اگلی اور سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 أَلَا إِنَّ جِزْبَ اللَّهِ هَهُوَ الْعَظِيمُونَ (آیت ۲۳)
 دونوں مذکورہ آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اللہ یقیناً طاقتور اور غالب ہے۔ اللہ کا کردار اللہ کا یہی کامیاب ہو کر رہتا ہے۔
 چونکہ جماعت احمدیہ موجودہ زمانہ میں خدا کے اسی ماوراء رسل پر ایمان رکھتی ہے جسے اس زمانہ میں اسلام کی سریندی اور احیاء دین کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسے ربانی وجود کی جماعت کا مستقبل بخداستہ روشن اور تابناک ہے اس کے لئے قرآن کریم کی مذکورہ الصداق آیات ایک ناقابل تردید گارنٹی مہیا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جو کبھی خدا کا فرستادہ نوع انسان کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا، باوجود شدید مخالفتوں کے وہ اپنے مشن میں کامیاب دکھائی دیا۔ اور اس زمانہ میں امام مہدی علیہ السلام کی جماعت، جماعت احمدیہ ان کامیابیوں کو حاصل کر رہی ہے اور آئندہ بھی حاصل کرتی چلی جائے گی۔ تا آنکہ وہ اسی نقطہ عروج کو پالے جو اسلام کے لئے انل سے مندر ہے۔

(۵)
 سورت فرقان کے پانچویں رکوع میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام سچے متبعین کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :-
 وَكُفِّرْنَا بَلْغَمًا مِّنْ كُلِّ قَوْمٍ فَذُرِّيَّتَهُمْ أَزْوَاجٌ فَلَا تَطْعَمُ الْأَكْفَرُونَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا
 (آیت ۲۲ و ۲۳)
 یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ہوشیار کرنے والا نبی یا ماوراء بھیج دیتے مگر اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے یہی تقاضا کیا کہ چند صدہ مقامات پر ہی مخصوص وقتوں میں اس کے ماوراءاتے ہیں اس لئے تم منکروں کی بات ہرگز نہ ماننا بلکہ قرآن پاک کے ذریعے نوع انسان کی اصلاح و تربیت کے لئے اپنی تمام تر جدوجہد وقف کر دینا۔
 اسی کے ساتھ سورۃ طہ مجیدہ کی حسب ذیل آیات پر بھی غور کیا جانا ضروری ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
 وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ قَوْلًا

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ قَوْلًا
 صَالِحًا ذُو قَلْبٍ إِتَّخَذَ صِدْقَ الْمُسْلِمِينَ (آیت ۲۴)
 وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الذُّنُوبُ فَسَبْرًا وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا زُجْرًا عَظِيمًا (آیت ۲۵)
 یعنی اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور خود بھی ایمان کے مطابق عملی زندگی گزارتا ہے اور سب سے بڑی بات کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔
 قرآن کریم کی تبلیغ و اشاعت ربانی ہے اور بحیرہ جہی ساتھ ہی ساتھ ہر داعی اور مبلغ کا اپنا ایسا عملی نمونہ بھی جو دنیا پر اثر انداز ہونے کے لئے رہ سکتے۔ جو شخص بھی ان باتوں پر خوشی باطنی ہو کر غور کرے گا اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کی عملی جدوجہد اور ان کے مشاغل اور پھرتیوں کا تقابلی موازنہ کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی دوسرا اسلامی فرقہ یا جماعت اجتماعی طور پر تبلیغ دین کی ایسی خدمات بخلائے سے بیکھر محروم اور بے نصیب ہے۔ آج یہ بات ایک عملی حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آچکی ہے کہ جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو قرآن کریم کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کر کے ایسی زبانیں بولنے اور سمجھنے والوں کے کلام اللہ کو پہنچانے کی سعادت پارہی ہے۔ خدا کا شکر ہے جماعت کی ان نیک مساعی کے نتیجہ میں آج لاکھوں نفوس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ٹھکر نہ صرف حلقہ بگوشی اسلام ہونے لگی اور پورے ہیں بندہ وہ اسلام کے ایسے ہی فدائی اور شہداء بن رہے ہیں جیسا کہ کوئی مخلص اور مسلمان گھرانے میں پیدا ہو کر اسلام کے دعوتی فریضہ کی اہمیت کو سمجھتا اور اس کے عملی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔
 خدا کا یہ بھی شکر ہے کہ اپنے موجودہ امام ہم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آج جماعت احمدیہ کا ہر فرد ہی حسب توفیق داعی الی اللہ بن جانے کی توری کو شش کر رہا ہے۔ درآنحالیکہ دوسرے مسلمان یا تو اس اہم دینی خدمت سے یکسر غافل پڑے ہیں یا وہ دنیا داری کے دوسرے کاموں میں ایسے لگے ہوئے ہیں کہ انہیں اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔
 اب اس تقابلی موازنہ سے آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ روشن اور تابناک مستقبل کس جماعت کا ہے۔ وہ جو خدا کے دین کے منادی بن کر ساری دنیا میں پھیل رہے

ہیں یا وہ جو اس طرف توجہ دیتے ہیں اور یہی اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔
 جب افراد جماعت احمدیہ بقول قرآن مجید حیرت انگیز توفیق سے توفیق کا کامیاب دکھائی دیا ہے اور لائق اور لائق ہے اور اس سے ان کے مستقبل کی تابناکی ظاہر ہوا ہے۔
 مذکورہ بالا چند سرطور میں ہم نے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور بزرگانِ مسلمہ کے حوالوں کی روشنی میں یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جماعت احمدیہ کا یہ عملی نمونہ کہ اس جماعت کا مستقبل روشن اور تابناک ہے واقعتاً ظہور درست اور صحیح ہے جس کے نمایاں آثار چشم بینا خود مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اب آخر میں ہم مقدس باقی سلسلہ احمدیہ کے اپنے الفاظ میں جو گویا آسمان نواشتوں کا خلاصہ ہے اور آپ بظاہر کے گئے عالم الغیب خدا کی پیش خبریوں پر مشتمل متحدہ اعلان ہے، قارئین کے لئے کے مطالعہ اور فیصلہ کے لئے نقل کرتے ہیں یہ اعلانات، آج سے آئی پچاسی برس قبل کے ہیں ان کا ایک ایک فقرہ ایک ایک نکتہ ہر دانشمند کو خورد فکر کی دعوت دیتا ہے۔ کیا کوئی ہے جو ٹھکانے سے ہٹ کر سے سوچے اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرے۔
 مقدس باقی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-
 "خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا۔ اور ہر فرقہ پر میرا فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی ستمبائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کے رد سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھائے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔
 سوائے سننے والوں ان باتوں

کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔
 (تجلیات النبیہ - مطبوعہ ۱۹۰۸ء)
 ایک اور مقام پر حضور نے دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا :-
 "اے لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیش گوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلائے گا۔ اور تخت اور برائے کی مد سے سب پران کو غلبہ بخشنے گا۔ وہ دن آئے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف ہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے خدا سے ڈرے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔
 اب اگر مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان۔ کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرورتاً کہ سچ موبد سے ہی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 يَا خِسرًا عَلَى الْعِبَادِ يَا تِہْمٌ مِّن رَّسُولِ الْاٰلِ الْاٰنَا بِلَدِ يَسْتَهْمُونَ ذُوْنَ۔ پس خدا کی طرف سے یہ نشان ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے نبی اور آسمان سے اترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہیں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دین سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ سچ موبد کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مریں گے اور ان میں سے کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد ترے گا (باقی صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسلام اور مذہبی رواداری

از محترم مولوی حکیم محمد بن صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

خدا تعالیٰ نے اسلام کو اپنے حسن نام کے حسن صدقات کی کشش سے دنیا کو دعوتِ اسلام دینے کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا۔ چنانچہ اس کی تسلیم اس حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ قرآن مجید یہ اعلان کرتا ہے۔

"لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَبَيَّنَ لِلرَّاسِخِينَ فِي الدِّينِ مِنْ اَنْفِجِ مَكَّةَ شَاوُفَ تَلِكُمُومِنَ وَمَنْ شَاوُفَ تَلِكُمُومِنَ"

یعنی دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہدایت و گمراہی میں خدا تعالیٰ نے نمایاں فرق کر کے دکھا دیا ہے پس جو سمجھنا چاہے وہ دین سے سمجھ سکتا ہے۔ اس پر جبر نہیں کرنا چاہیے۔ خدا تبارک کے نزدیک کامل دین صرف اسلام ہے اس نے اس پر ایمان لانے یا انکار کرنے پر اختیار دیا ہے۔ تاکہ ہر انسان اپنی خدا داد عقول پر تسلیم کے ترازو سے طریق ہدایت کا آزادانہ انتخاب کر سکے۔

دوسرے مذاہب کے تعلق سے اسلام کا رویہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہندو دھرم اور عیسائیت کا معمول تھا کہ جب تک غیر مذہب والوں کو کئی طور پر جھوٹا ثابت نہ کر لیا جائے، اپنے مذہب کی سچائی ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر اسلام نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسلام نے اپنی خوبیوں کو پیش کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اس نے واضح طور پر یہ تسلیم ہی ہے کہ کسی دوسرے کی خوبی کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ تمام مذاہب کا بطنِ حشر ہے ایک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتِلِ الْيَهُودَ لَيْسَتْ بِ اِنْ تَصَارَىٰ عَلٰی شَيْءٍ وَدَهَسْتَ يَتَشَوْنُ الْكَلْبُ (سورہ بقرہ رکوع ۱۷) کہ یہود کہتے ہیں تصاری میں کوئی خون نہیں اور تصاری کہتے ہیں یہود میں کوئی خون نہیں خوبی نہیں حالانکہ وہ دونوں ایک ہی کتاب پڑھنے والے ہیں۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ جو کتاب ہے کہ دوسرے مذہب میں کوئی

خوبی نہیں وہ ایک طرف اپنی نابینائی کا مظاہرہ کرتا ہے اور دوسری طرف وہ دنیا کو اپنا غلط نمونہ پیش کر کے سچائی کے راستہ میں بے جا تعصب کو حاملت کرتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اعلیٰ درجہ کی تسلیم دی ہے جس سے آپ نے تمام اقوام کے دل رکھ لئے ہیں اور دوسری طرف سچائی کی کشش سے طور کے متاثر ہو سکی راہ ہموار فرمادی ہے۔ اسلام نے یہ تلقین بھی کی ہے کہ کسی مذہب کے ماننے والوں کے بارہ میں یہ نہ کہو کہ وہ اپنے مذہب کو دھوکہ اور فریب سے مانتے ہیں۔ اگرچہ کہ سابقہ مذاہب اپنی اصلیت پر برقرار نہیں رہے تاہم وہ خوبیوں سے مصلوہ خالی نہیں ہیں ان کے ماننے والوں میں سے اکثر انہیں دل سے سمجھ کر مانتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں یہودیوں کے متعلق آتا ہے کہ ان میں سے بعض ایسے امانت دار ہیں کہ اگر ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھا جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کریں گے (آل عمران ۷۵) اور عیسائیوں کے متعلق قرآن میں آتا ہے کہ ان میں سے بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ذکر سن کر رونے لگ جاتے ہیں۔ اور خشیت سے ان کے دل بھر جاتے ہیں (مائدہ ۶۱) پھر کیا ایسے لوگ اپنے مذہب کو فریب سے ماننے والے ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر اسلام نے تعلیم دی ہے کہ دوسری قوم سے بحث ہو تو جو کچھ میں اگر گالیوں پر نہ اتر آؤ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ سَمٰوٰتِ دُوْنِ اللّٰهِ لَيْسَ بُوَاللّٰهِ عَقْلًا اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِيْنَ۔ (الانعام ۱۰۸) یعنی جب تم دوسری قوموں سے بحث بات نہ خیال کرو تو ہستیاں جنہیں تم نہیں مانتے خواہ انہیں خدا کے مقابلہ میں پیش کیا جا رہا ہے پھر بھی انہیں برا کہنا نہ کہو۔ ورنہ وہ بھی اس خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں گے جسے تم مانتے ہو۔ غرض یہ طریق کار اختیار کرنے سے تم اپنے خدا کو گالیاں دوانے کا عرصہ بن جاؤ گے۔ یہ نکتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو پورا

سمجھایا تھا کہ حضور نے فرمایا۔ اے لوگو اپنے باپوں کو گالیاں نہ دو۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی ہوگا کہ اپنے باپ کو گالی دے۔ آپ نے فرمایا جب تم کسی کے باپ کو گالی دینے ہو تو گویا تم اپنے باپ کو خود گالی دوانے ہو۔ اسلام نے غیر مذہب والوں کو بھی حرمتِ منہ پر عطا کی ہے۔ عیباً کہ اس نے تعلیم دی ہے کہ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَهَابُوْنَ كَهْمًا لَا تَمْتَدُّوْا (بقرہ ۱۹۰) یعنی تم ان سے جنگ نہ کرو جو تم پر حملہ آور ہوئے ہیں گویا مذہب کے اختلاف سے کسی پر حملہ جواز قرار نہیں دیا۔ اس آیت سے صحابہؓ واضح ہے کہ خواہ کسی کا کوئی مذہب ہو اس کی وجہ سے دوسرے کو جرح حاصل نہیں کرنا اسے مارے یا نقصان پہنچائے۔ غیر مسلم اقوام سے معاہدات کے تعلق سے اسلام نے تعلیم دی ہے کہ خواہ کسی قوم سے عہد ہو۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اسے تڑو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِيْتَا تِيْمٰنًا مِّمَّنْ تُوْمِعْتُمْ حٰثِيَةً فَاَسْبَدَ اِلَيْكُمْ عَسٰى سَوْ اَخْرٰجُكُمْ اَنْفَالًا ع) یعنی اگر کوئی قوم ہمد توڑ دے تو اسے بت دینا چاہیے کہ تم نے عہد توڑ دیا ہے۔ اب ہم پر بھی عہد کی پابندی نہیں۔ اور یوں ہی بلا فوش ان پر حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ابوسفیان صلح حدیبیہ کے بعد مکہ میں آیا۔ اس نے کہا میں نے تم سے عہد کر لیا ہے۔ اب تم نے عہد توڑ دیا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو سفیان! تم نے یہ اعلان اپنی طرف سے کیا ہے۔ میں نے نہیں کیا۔ اس طرح حضور نے بتایا کہ اب جو تم اپنے معاہدہ کو ختم کر چکے ہو۔ اب ہم اس کے پابند نہیں رہے۔ اچھا تو تمہارا مکہ میں ایک طرف یہ اعلان کرتی ہیں کہ ہمارے علاوہ ایک سے ایسے حکم تعلقات ہیں جو پہلے کبھی نہیں تھے۔ پھر دھوکہ سے حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ حضور نے مسلم اور غیر مسلم کے تمدنی حقوق ایک جیسے قرار دیئے ہیں۔ حالانکہ آپ سے پہلے یہودی شریعت میں حکم تھا کہ صرف یہودیوں سے سود نہ لو۔ کسرتل سے لے کر (استشار باب ۲۳ - ۲۴) دھار باب ۲۵ - ۲۶)

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں میں سے کسی سے بھی سود نہ لو۔ یعنی سب سے یکساں سلوک کر دو۔ بقرہ رکوع ۱۷۸) اور اسی طرح حضور نے تمدنی سلوک کے بارہ میں مسلم و غیر مسلم کا ذوق آرا دیا اور جہاں اسلامی حکومت ہو وہاں حضور نے تعلیم دی ہے کہ مسلمانوں پر زیادہ بوجھ رکھا جائے۔ اور غیر مسلموں پر کم۔ چنانچہ اسلامی تعلیم کی رو سے (۱) مسلمان شہزادی میں شامل ہوں۔ (۲) پیداوار کا دسواں حصہ یعنی عشرہ انکار کریں۔ (۳) زکوٰۃ دیں۔ لیکن غیر مسلم کے لئے صرف ۲٪ کے قریب ہی کس رکھا گیا جو مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ پھر شہزادی میں انہیں آزادی دی گئی ہے۔ البتہ مسلمانوں سے اجازت لیکر وہ شہزادی میں شامل ہو سکتے ہیں۔ غیر مسلموں کے متعلق اسلام کے بارہ احکامات ایسی تعداد اور تعلیم پر مشتمل ہیں جن کی مثال دنیا کا کوئی اور مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

غیر مسلموں کے حقوق اور اسلام کے سلوک کا عملی نمونہ

۱۔ غیر قوم کے نیک انسانوں کا احترام فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رواداری کا انداز مثال قائم کیا ہے۔ چنانچہ جب طے تبیل سے جنگ ہوئی تو کچھ مشرک بطور قیدی پکڑے آئے۔ ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔ اس نے کہا میں اس شخص کو بیٹی ہوں جو مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آیا کرتا تھا۔ یعنی حاتم طائی کی۔ وہ مسلمان نہ تھا لیکن چونکہ وہ لوگوں سے اچھا سلوک کرتا تھا اس لئے اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو آزاد کر دیا۔ اور اس کا بھائی جو گرفتاری کے خوف سے بھاگا پھرتا تھا آپ نے اس وقت اسے رہا کر دیا اور سواری دیکر کہا کہ جا کر اپنے بھائی کو بھی لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئی اور اسے لے آئی۔ اس پر اس سلوک کا ایسا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اسی طرح آپ نے اس کی سفارش پر اس کی ساری قوم کی سزا کو بھی معاف کر دیا۔ (السیرۃ النبویہ جلد ۲ ص ۲۳) غیر مذہب والوں سے اسی حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں جب لوگوں کے اکٹھے ہونے سے صلح تبیل

بغادہ میں شامل ہوگی تو عام طائی کے بیٹے نے اپنی قوم کو سمجھایا اور دوبارہ ان کی بیعت کرائی۔

۲۔ دوسری مثال نصاریٰ بخران کا واقعہ ہے کہ بخران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہیت مسجد کی تائید میں بحث کرنے کے لئے آیا۔ گویا وجود اس کے کہ وہ لوگ شرک کی تائید کے لئے آئے تھے جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبوی میں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت دیدی اور انہوں نے سب کے سامنے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔ (زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۵۵)

۳۔ سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۰۹ رواداری کرنے والے ایسے رسول کے بارہ میں جو لوگوں کی جانیں لینے اور ظلم کرنے کے اہتمام لگاتے ہیں۔ وہ اپنی مقدس ترین مسجد جسے اس نے آخر المساجد قرار دیا ہے اور جس میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نسبت بہت زیادہ ثواب کا مستحق بنا دیا ہے اس مسجد میں اپنی موجودگی میں توحید کا سب سے بڑا عقیدہ دار ہونے کے باوجود عیسائیوں کو جو صلیبیں رکھ کر عبادت کرتے تھے عبادت کرنے کی اجازت دینا ہے کہ کیا حرج ہے بے شک تم عبادت کرو۔ آج بڑے بڑے رواداری کے مدعی اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔ البتہ ہماری جماعت کے نام حضرت مصلح موعودؑ نے ایسا نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دینا کے سامنے رکھا کہ مسجد احمدیہ لندن کی بنیاد رکھتے ہوئے اسٹان فرمایا کہ

”یہ مسجد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے تاکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور لوگ مذہب کی طرف حسد کے بغیر تحقیق امن اور حقیقی ترقی نہیں ہو سکتی مگر یہاں اور ہم کسی شخص کی جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے، ہرگز اس میں عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے۔ بشرطیکہ وہ ان قواعد کی پابندی کرے جو اس کے منظم اس کے انتظام کے لئے مقرر کریں اور بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی عبادت میں محصل نہ ہوں جو اپنی مذہبی عز و ریاست کو پورا کرنے کے لئے اس مسجد کو بناتے ہیں۔“ (الفضل ص ۱۰ نومبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۵)

۴۔ غیر مسلموں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رواداری کے سلوک کی دوسری مثال یہ ہے کہ حضور نے اپنے ہمسایوں سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کے بارہ میں حضور اتنا زور دیتے تھے کہ ہمسایہ ہر وقت اس کی پابندی کو ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک دفعہ گھڑ آئے تو دیکھا کہ کہیں سے ان کے ہاں گوشت آیا ہوا ہے۔ انہوں نے گھڑیوں سے پوچھا کہ یہودی ہمسائے کے گوشت بھیجے یا نہیں۔ اس بات کو آپ نے اتنی دفعہ ڈھرایا کہ گھڑیوں نے کہا۔ آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس رسول نے اتنی دفعہ مجھے ہمسایہ کے حق کی تاکید کی کہ میں نے سمجھا شاید اسے وراثت میں شریک کر دیا جائیگا۔

۵۔ حضورؐ غیر مذہب داروں کے احساسات کا بے حد خیال رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے موسیٰؑ کی قوم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ جیسے نرم دل کو بھی غصہ آگیا اور آپ نے اس یہودی کو طمانچہ مار دیا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نے حضرت ابوبکرؓ جیسے انسان کو زحری۔ اس وقت مسلمانوں کی حکومت تھی۔ ایک طرف آپ کا سب سے مقرب صحابی ہے دوسری طرف یہودی ہے جو ایسی طرز سے کلام کرتا ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فضیلت دیتا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم نے ایسے کیوں کیا؟ اسے جی ہے کہ جو چاہے عقیدہ رکھے۔

وجود سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ مگر باوجود یہ کہ اس عورت نے آپ کو نہ ہر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور واقعہ میں کی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ایک صحابیؓ جو کھانے میں شریک تھا۔ بعد میں فوت ہو گیا۔ مگر آپ نے اسے کوئی سزا نہ دی یہ اتنا بڑا رحمن سلوک ہے اور ایسے دشمن سے ہے جس نے آپ کے جان نثار صحابی کی جان لی اور خود آپ کو بھی ہلاک کر کے اسلام کو بیخ و بن سے اٹھا کر ڈال دیا۔

(۶)۔ آپ کے سلوک کی چھٹی مثال یہ ہے کہ جب حضورؐ جنگ پر جلتے تو سپاہیوں کو خاص طور پر حکم دیتے کہ کسی قوم کی عبادت گاہ میں نہ گرائی جائیں ان کے مذہبی پیشواؤں کو نہ مارا جائے عورتوں پر اور بوڑھوں پر اور بچوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے رواج تھا کہ پادریوں اور راہبوں کو مار ڈالا جاتا تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قطعی طور پر روک دیا۔ آپ نے فرمایا جو تلوار لے کر حملہ کرتا ہے اسے تو بے شک مار دو لیکن جو لوگ مذہبی لوگوں میں مصروف رہتے ہیں ان کو کچھ نہ ہو۔

مسکن ہے اس موقع پر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر اسلام غیر مذہب کے متعلق ایسی ہی رواداری تعلیم کا حامل ہے تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدنی زندگی میں کفار کے مقابلہ میں کیوں تلوار اٹھائی؟ سو اس کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانی پڑی مگر آپ کا یہ تلوار اٹھانا محض دفاعی طور پر تھا۔ جب عرب کے کفار نے تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانا چاہا۔ اور برابر تیرہ سال تک وہ قسم کے منظم سے کام لے کر مسلمانوں کو ان کے دین اور مذہب سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے رہے تو آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ اب ان کفار کے مظالم کا جنہوں نے تلوار سے اسلام کو مٹانا چاہا ہے۔ جواب دیا جائے تاکہ دین اور مذہب کی اشاعت کے راستہ میں انہوں نے جو دیکھیں بہہ اٹھیں ہیں وہ دوزخوں میں لیں یہ جہنمیں محض دفاعی اور دشمن کے ظالمانہ حملوں کے جواب میں تھیں۔

چنانچہ اسلام نے ہمارے طور پر کہہ دیا کہ تم صرف ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور اسی وقت تک لڑو۔

جیت تک وہ تم سے لڑتے ہیں (قرآن مجید) جو لوگ اسلام پر نکتہ چینی کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا تھا تو تلوار چلانے والے اس کے پاس کہاں سے آگے اور جس مذہب نے ایسے تلوار چلانے والے دھنی پیدا کر لئے تھے کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر کے سارے ملک کی مخالفت کے باوجود اس کو دنیا میں قائم کر دیا۔ اس مذہب کے لئے کیا یہ مشکل تھا کہ وہ دلائل کے زور سے دوسرے لوگوں سے بھی اپنی صداقت منوانا لیتا۔ مگر وہ عیسائی مستشرق جو اسلام کو تلوار کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ خود ان کی اپنی کتابوں میں کیا تسلیم دی گئی ہے اور ان کے مسلمہ انبیاء اس اصل کے ماتحت کہاں تک راستباز اور صادق سمجھے جا سکتے ہیں؟ ان کے مقابلہ میں تو اسلام تو سنی علیہ السلام کی طرح یہ کہتا ہے کہ ”جو جارحانہ طور پر کسی ملک میں گھس جا اور اس قوم کو تہ تیغ کر دے۔“

(استثمار باب ۱۰ آیت ۱۸۸) اور وہ اس زمانہ کی بگڑی ہوئی سہولت کی طرح باگ و بانگ ملندہ یہ کہتا ہے کہ

”اگر کوئی تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تو اپنا دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے۔“ اور اپنے ساتھیوں کے کان میں یہ کہتا ہے کہ

”تم اپنے کپڑے پیچ کر بھی تلوار خریدو۔“ (لوقا باب ۲۲ آیت ۳۶) بلکہ اسلام وہ تعلیم پیش کرتا ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور جو امن و صلح کے قیام کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ”کوئی دشمن تجھے پر حملہ کرے اور اس کا تھپڑ لگائے تو تھپڑ لگنے کے بڑھانے کا موجب نظر آئے اور رستہ اور امن اس سے ملتا ہوتا ہے تو اس سے ملنا چاہئے۔“

اب بتاؤ کیا یہ نظام تعلیم ہے؟ یہی وہ تعلیم ہے جس پر عمل کر کے دنیا میں امن اور صلح قائم ہو سکتی ہے۔ ہر قسم کے واضح احکامات کی موجودگی میں اسلام پر یہ الزام لگانا کہ وہ غیر مسلموں سے بے درازانہ سلوک کا حامی نہیں اور یہ کہ وہ تلوار کے زور سے دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنا جائز سمجھتا ہے۔ دشمنان اسلام کی انتہائی حدت اور ان کو کٹا کھانی کا پھرین نظام ہے۔!

بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

کتاب سماوی کی بشارات

از محترم مولوی عبدالحق صاحب قسطنطنیہ، ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سینکڑوں اور ہزاروں سال قبل کتب سماوی میں حضرت پر نور کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جن میں سے حسب گنجائش بعض پیشگوئیوں درج ذیل ہیں۔

حضرت موسیٰ کے بعد ایک شریعی نبی کا ظہور

اذن الہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا :-
” میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے جو معاً ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو نہیں سمجھتا میرا نام گھنٹے سے گانہ سننے لگا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔
لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے مجھے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔“

(استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ تا ۲۱)

بائیل کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک نئے صاحب شریعت نبی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے آئے والا نبی آپ کی مانند ہوگا۔ پھر یہ کہ سب باتیں جو اسے کہی جائیں گی وہ لوگوں سے بیان کرے گا۔ یہ علامت بھی تشریحی نبی کی ہے۔ غیر تشریحی نبی جو پہلی شریعت کا شارح ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایسا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کی بعض باتیں ذاتی بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ موجود نبی اپنی تعلیم کو خدا کا نام لے کر دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔ اور جو لوگ اس کی تعلیم کو نہ سہیں گے ان کو سزا دی جائے گی۔

پیشگوئی کے یہ تمام اجزاء ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس پیشگوئی کو پورا کرنے والا نبی دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ خود حضرت مسیح

بھی اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ثابت ہوتے کیونکہ :-

اول۔ یہ ایک صاحب شریعت نبی کے متعلق پیشگوئی ہے مگر وہ خود کہتے ہیں کہ یہ خیال مت کر دو کہ میں تو ریت یا بنیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ (سنتی باب ۱۷ آیت ۱)

پس مسیح خود کسی شریعت کے مدعی نہیں۔ دوم۔ پیشگوئی میں یہ کہا گیا تھا کہ وہ آنے والا نبی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ یعنی بنو اسمعیل کی قوم سے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل سے تھے۔

سوم۔ پیشگوئی میں لکھا ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ لیکن انجیل میں کہیں خدا کا کلام دکھائی نہیں دیتا یا تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوانح میں یا ان کے بعض لیکچر اور یا حواریوں کی باتیں۔

چہارم۔ پیشگوئی میں ایک نبی کی بشارت دی گئی ہے مگر مسیحی قوم تو حضرت مسیح کو نبی نہیں بلکہ خدا کا بیٹا مانتی ہے۔ پنجم۔ پیشگوئی میں کہا گیا ہے کہ دو جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ساری سچائی کی راہیں اس کے ذریعہ دنیا پر ظاہر ہوں گی۔ لیکن حضرت مسیح ساری سچائیاں دنیا کو نہیں بتاتے بلکہ کہتے ہیں ”میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں نہیں کہوں پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح حق آدے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لیکن جو کہ وہ سنے گی وہ کہے گی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔“

(یونس باب ۱۶ آیت ۱۲-۱۳)

غرضیکہ حضرت مسیح اس پیشگوئی کے مصداق ہرگز قرار نہیں پاتے۔ بلکہ اس کا اطلاق صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے کیونکہ :-

اول۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسمعیل میں پیدا ہوئے۔ جو بنو اسمعیل کے بھائی تھے۔

دوم۔ آپ نے ہی تشریحی نبی اور مشیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سب سے پیش کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ قرآن قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

” انا ارسلنا الیکم رسولاً شامداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔“ (سورہ مزمل رب)

سوم۔ پیشگوئی میں کہا گیا تھا کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا قرآن کریم اولیٰ تا آخر رکوع ۹ میں کلام اللہ رکھا گیا ہے۔

چہارم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھا الرسول بلخ ما انزل الیک من ربک۔ یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے متعلق پیشگوئی ہے کہ جب تو آئینا تو ساری سچائیاں دنیا کو سنائے گا۔ اس لئے دنیا خواہ برا منائے یا اچھا تو کسی کی پروا نہ کرے اور جو دجی تجھے کی جاتی ہے وہ ساری کی ساری لوگوں کو سنائے۔

پنجم۔ پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام جو اس پر نازل ہوگا وہ اس کا نام لے کر دنیا کو سنائے گا۔ یہ بات بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہی پوری ہوئی کیونکہ قرآن کریم کا ہر باب بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔

ششم۔ پیشگوئی میں کہا گیا تھا کہ وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی مات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا..... تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ

واللہ یتصمکھن من اناس۔ اور یہی آیت کو لوگوں کے حملوں سے بچائے گا اور آپ کی جان کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی لفظاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ترین وجود پر پوری ہوئی۔

جیل فاران اور دس ہزار قدسی

استثناء باب ۲۳ آیت ۲ میں لکھا ہے۔ اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک تشریحی شریعت ان کے لئے رکھی۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کلام میں اپنے تین جلوے بتائے ہیں۔ اول جلوہ سینا کا خوبذات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا جلوہ شعیر تھا اور شعیر وہ مقام ہے جس کے اس پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہوئے۔ تیسرا جلوہ فاران سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرا جلوہ فاران سے ظاہر ہونا بتایا گیا ہے۔ چنانچہ عربی جغرافیہ نویس ہمیشہ سے ہی مدینہ اور مکہ کے درمیانی علاقہ کا نام فاران رکھتے چلے آئے ہیں۔ اور دس ہزار قدسی بھی ایک زبردست تاریخی حقیقت ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام کا لشکر تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بھی بڑی شان سے اسلام اور بانی اسلام کے مقدس ترین وجود میں پوری ہو گئی۔

حقیق نبی کی پیشگوئی

حقیق نبی نے حضرت مسیح سے ۶۶ برس پہلے پیشگوئی کی تھی کہ :-
”خدا تیرا سے اردو قدس کوہ فاران سے آیا سلاہ اس کی شوکت سے آسمان چھب گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔“ (حقیق باب ۳)

اس پیشگوئی میں کوہ فاران جس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ عزاہ ہونے والے کا نام بھی بتا دیا گیا ہے۔ کیونکہ محمد کے معنی ہی ہیں بہت تعریف کیا گیا۔ اور اس میں کیا تک ہے کہ آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے تمام زمین پر موجود ہیں۔ اور نام بھی محمد ہے۔

حضرت سلیمان کی پیشگوئی

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک بڑی قدرتی پیشگوئی ہے جو لفظاً نطقاً رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوتی ہے لیکن میں صرف اختصاراً نام اور دس ہزار کی حد تک پیش کرتا ہوں فرمایا۔

میرا محبوب سرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں میں تجھ سے کی مانند نہ کھڑا ہوتا ہے.....

..... ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔
انگریزوں کی فضیلت باب ۱۰ (آیت ۱۶ تا ۱۷)

وضیح رہے کہ خبرانی میں مذکور ہے اور انگریزی بائبل میں سورہ ۱۰۰ کا ترجمہ ہے۔

اور اس کا ترجمہ اردو بائبل میں سراپا عشق انگیز کی طرح ہے۔ یہ پیشگوئی اسی طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتی ہے۔ آپ ہی حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق دس ہزار قدوسیوں کے سردار ہونے کی حیثیت میں فاران کی چوٹیوں پر سے گزرتے ہوئے کہ میں تانجامانہ طور پر داخل ہونے جبکہ حضرت مسیح کے ساتھ تو صرف دس سواری رہ گئے تھے۔

یسعیاہ نبی کی پیشگوئی

یسعیاہ نبی کی کتاب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہے۔ بطور اختصار صرف ایک پیشگوئی درج ہے۔ یسعیاہ باب میں لکھا ہے۔

دو رب الافواج جو کہے تم اس کی تقدیس کرو اور اس سے ڈرنے رہو۔ اور اس کی ہی رہشت رکھو وہ تمہارے لئے ایک مقدس ہوگا۔

پر اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹکر کا پتھر اور ٹھوکر کھانے کی چٹان اور یرشلم کے باشندوں کے لئے پھندہ اور دام ہو دے گا۔ بہت لوگ ان سے ٹھوکر کھائیں گے اور گویں گے اور ٹوٹ جائیں گے اور دام میں پھنسیں گے اور پکڑے جائیں گے۔ شہادت نامہ بند کرو اور میرے شاگردوں کے لئے شریعت پر نہر کرو۔

میں بھی خداوند کی راہ دیکھوں گا جو اب یعقوب کے گھرانے سے اپنا منہ چھپاتا ہے۔ میں اس کا انتظار کروں گا؟

(آیت ۱۳ تا ۱۷)

اس پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ خداتالیٰ یا ایک مقدس ظاہر ہوگا لیکن وہ نبی

اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اور یرشلم کے باشندوں کیلئے پھندا اور دام بنے گا۔ اگر وہ اس کا مقابلہ کریں گے تو شکست کھائیں گے اور پکڑے جائیں گے اس کے زمانہ میں یہودی شریعت ختم کر دی جائے گی۔ اور یعقوب کے گھرانے سے خدا تعالیٰ منہ پھرنے لگا۔ واقعاتی اعتبار سے یہ سب کچھ یرشلم اور بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیا اور فلسطین کی سرزمین چودہ سو سال سے اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے بعد اب یہود نے پھر قدم جمانے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ عارضی کوشش ہے جو چودہ سو سال کی تاریخ کو بدل نہیں سکتی۔ پس یہ پیشگوئی بھی عظیم الشان طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوئی۔

اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اور یرشلم کے باشندوں کیلئے پھندا اور دام بنے گا۔ اگر وہ اس کا مقابلہ کریں گے تو شکست کھائیں گے اور پکڑے جائیں گے اس کے زمانہ میں یہودی شریعت ختم کر دی جائے گی۔ اور یعقوب کے گھرانے سے خدا تعالیٰ منہ پھرنے لگا۔ واقعاتی اعتبار سے یہ سب کچھ یرشلم اور بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیا اور فلسطین کی سرزمین چودہ سو سال سے اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے بعد اب یہود نے پھر قدم جمانے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ عارضی کوشش ہے جو چودہ سو سال کی تاریخ کو بدل نہیں سکتی۔ پس یہ پیشگوئی بھی عظیم الشان طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوئی۔

اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اور یرشلم کے باشندوں کیلئے پھندا اور دام بنے گا۔ اگر وہ اس کا مقابلہ کریں گے تو شکست کھائیں گے اور پکڑے جائیں گے اس کے زمانہ میں یہودی شریعت ختم کر دی جائے گی۔ اور یعقوب کے گھرانے سے خدا تعالیٰ منہ پھرنے لگا۔ واقعاتی اعتبار سے یہ سب کچھ یرشلم اور بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیا اور فلسطین کی سرزمین چودہ سو سال سے اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے بعد اب یہود نے پھر قدم جمانے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ عارضی کوشش ہے جو چودہ سو سال کی تاریخ کو بدل نہیں سکتی۔ پس یہ پیشگوئی بھی عظیم الشان طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوئی۔

اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اور یرشلم کے باشندوں کیلئے پھندا اور دام بنے گا۔ اگر وہ اس کا مقابلہ کریں گے تو شکست کھائیں گے اور پکڑے جائیں گے اس کے زمانہ میں یہودی شریعت ختم کر دی جائے گی۔ اور یعقوب کے گھرانے سے خدا تعالیٰ منہ پھرنے لگا۔ واقعاتی اعتبار سے یہ سب کچھ یرشلم اور بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے کیا اور فلسطین کی سرزمین چودہ سو سال سے اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اس کے بعد اب یہود نے پھر قدم جمانے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ عارضی کوشش ہے جو چودہ سو سال کی تاریخ کو بدل نہیں سکتی۔ پس یہ پیشگوئی بھی عظیم الشان طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہوئی۔

انجیل کی پیشگوئی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں پیشگوئیاں تو بہت ہیں لیکن حسب گننا کش صرف ایک پیشگوئی پیش کی جاتی ہے۔

متی باب ۲۱ میں انگورستان کی تمثیل پیش کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

وہ یہ ایک اور تمثیل ہے۔ ایک گھوکا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا۔ اور جب چودہ ماہم آیا اس نے اپنے لوگوں کو باغبانوں کے پاس بھیجا کہ اس کا پھل لائیں پر ان باغبانوں نے اس کے لوگوں کو پکڑ کے ایک کو پیٹا اور ایک کو مار ڈالا اور ایک کو پتھر ڈال دیا اور اس نے اور لوگوں کو پتھروں سے بڑھ کر تھے بھیجا انہوں نے ان کے ساتھ بھی دیکھا ہی کیا آخر اس نے اپنے بیٹے کو یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے سے دہیں گے لیکن باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا آپس میں کہنے لگے وارث یہی ہے اور جسے مار ڈالیں گے اس کی میراث ہمارا ہو جائے اور اسے پکڑ کے اور انگورستان سے باہر لے جا کر قتل کیا جب انگورستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ وہ اسے بونے ان پلوں کو میری طرح مار ڈالے گا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپے گا۔ جو اسے موسم پر میوہ

پہنچادیں یسوع نے انہیں کہا کہ کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجکیروں نے ناپسند کیا وہی کوٹنے کا سرا ہوا یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے ہیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کا میوہ لاوے دی جائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ جس پر وہ گرے گا اسے پھینک دئے گا۔ (آیت ۳۳ تا ۳۷)

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یہ تمثیل جو حضرت مسیح نے بیان فرمائی ہے اس میں آج کل دنیا کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک تمثیلاً دھندری ہے۔ تاکستان سے مراد دنیا ہے باغبانوں سے مراد نبی نوع انسان ہیں۔ اور مالک کے ٹیکس سے مراد نیکی اور تقویٰ اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔ ملازموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے دنیا میں آتے رہے۔ اور خدا کے بیٹے سے مراد خود مسیح ہیں مگر باغبانوں نے ان کو صلیب پر لٹکا دیا۔ کوٹنے کا پتھر جنہیں راجکیروں نے ناپسند کیا سے مراد حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہے جنہیں بنو اسحق ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان میں ایک نبی ظاہر ہوا جس کے ذریعہ سے تمام مشرکیتیں ختم کر دی جائیں گی۔ اور وہ آخری شریعت لائے والا ہوگا۔

یاری فریب کی مذہبی کتاب سفرنگ اساتیرہ مطبوعہ ۱۳۸۰ھ کے صفحہ ۱۸۹ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی موجود ہے جو ظاہر میں شخص ہے فرمایا:- (ترجمہ از فارسی)

مذہب ایرانیوں کے بڑے دن آئیں گے اور بڑے اعمال ان سے سرزد ہونگے۔ تو عرب سے ایک مرد پیدا ہوگا۔ ابراہیم کے سیر و کاہنوں میں سے تو ایرانیوں کا تمام تخت و سطریت تاخت و تاراج ہو جائیگا۔ اور سرکش غلوب ہو جائیں گے اور ایران کے آشکد اور ستخان کی بجائے عرب کے ریتسان میں کو تود پڑھی جائے گی۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

یہ پیشگوئی بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ترین ذات میں پوری ہو چکی ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

موجودہ دور ایشیائیں

جماعت احمدیہ کا لاکھ مسکن

از محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر جاوید اور تعلیم قادیان

روحانی جماعتوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے ان گنت مشکلات و مصائب کے دور سے گزرنا پڑا۔ اور بالآخر وہ کتب اللہ لاغلبین انا درستی کے خدائی وعدہ کے مطابق کامیابی سے ہوکنار ہوئیں۔ الہی صفت کے مطابق انبیاء اور مومنین کی جماعتوں پر وارد ہونے والے ایسے امتحان ان کو تباہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کے صبر و استقامت اور صدق و رضائے دل کو جانچنے کے لئے آئے جن میں ثابت قدمی کے بعد ان کے لئے ترقیاتی کی نئی راہیں کھلتی رہیں۔ اور ہر نیا آنے والا امتحان اپنے جلو میں کامیابی اور سرفرازی کے نئے دروازے واکر تارہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”یہ مدت خیال کر دو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں پھینکا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے استلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔۔۔۔۔۔ وہ سب لوگ جو آخر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور تو میں ان سے ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فیتح یاب ہوں گے اور ہرکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔“

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:- ”خدا کا رضا کو تم کس طرح پائی نہیں سکتے جب تک تم اپنی

رضائے چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح تم خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے پیغام جلد سالانہ ۱۹۷۸ء کے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:-

”ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری جماعت کے تمام افراد کو سے کم یہ احساس اپنے اندر پیدا کریں کہ ہم سے جب بھی کسی قربانی کا مطالبہ کیا جائے گا ہم اس کو پیش کر دیں گے اور اس بات کو اپنے دل سے نکال دیں کہ بار بار جانی اور مالی قربانی کا مطالبہ کرنے کے باوجود بھی تک جان اور مال کو قربان کرنے کا وقت نہیں آیا۔ زمانہ اس وقت کو قریب سے قریب ترلا رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آج سے دس سال بعد یا بیس سال یا پچاس سال بعد وہ زمانہ آئے والا ہے۔ مگر ہر حال میں منزل ہمارے قریب آ رہی ہے اور جب تک ہماری جماعت اس دروازہ سے نہیں گزرے گی وہ مجموعہ معنوں میں ایک مامور کی جماعت کہلانے کی بھی حقدار نہیں ہو سکتی۔ یہ قطعی اور یقینی اور لازمی بات ہے کہ ہم اسلام اور احمدیت کو پھیلاتے ہوئے خطروں کے طوفانوں میں سے گزریں گے۔ اسی طرح یہ قطعی اور یقینی اور لازمی بات ہے

کہ ہمیں ایک دفعہ ہجرت کرنی پڑے اور اپنے مسکنوں اور جائیدادوں سے محض خدا کے لئے دعوت بردار ہونا پڑے۔ مگر ابھی ہم اس امتحان سے نہیں گذرے۔ بہر حال یہ دن جلد یا بدیر آنے والا ہے۔ ہماری جماعت کے افراد کو اس دن کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے ہمیں کیا معلوم ہے کہ وہ دن کب آنے والا ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے پیغام جلد سالانہ ۱۹۷۸ء کے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:-

”ہمیں خدا نے علیہ السلام کے لئے پیدا کیا ہے تو پھر ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق اس بارہ میں ہر ممکن کوشش کریں اور مالی قربانی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ ضرورت کے لحاظ سے ہماری کوشش میں جو کمی رہ جائے گی وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود پوری کر دے گا۔ ہماری روحانی آنکھوں حالات کے اُفتوح پر خلیفۃ السلام کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں بہر حال قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اپنے احوال اور اوقات کو قربان کرنا ہو گا۔“

ابتداءً آفرینش سے الہی سنت کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کو کڑے امتحانوں میں سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے ہمیشہ آزمائشوں سے بھی لذت پائی۔ اور الہی نصرت و تائیدات کے نتیجے میں ان سے شخصی پاک سرفرازی حاصل کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کو ان کا قوم نے بے انتہاد ستایا تو طوفان کے غلاب سے ان کی قوم کو سزا ملی ہے۔ اور آپ اور آپ کے ماننے والوں کو کشتی نوح کا نشان ملا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالنے کا منصوبہ بنایا مگر خدائی تصرف سے یہ آگ

گھنڈی کر دی گئی اور دشمن اپنے ہر ارادے میں ناکام و نامراد رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اشارہ سے اپنی اور اپنی اولاد کی قربانی کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا ہے اس کی یاد نہایت عزت و احترام کے ساتھ ہر سال تازہ کی جاتی ہے اور عید قربانی کی سب کی دعوت اور سیرت اور تعلق باللہ کے تمام خدو خال ہمارے سامنے آ جاتے ہیں۔ اگر اس تعریف کے بعد بھی دعوت خلیل کی آگ دلوں میں روشن نہیں ہوتی اور ان کا مسوہ حسد ہماری راہنمائی نہیں کرتا تو یہ تعریف اپنے حقیقی استقبال سے محروم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو بھی کڑے امتحانوں میں سے گزرنا پڑا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے آغاز سے انجام کار تک حضرت موسیٰ کا ساتھ دیا اور دعوت موسیٰ کو ہمیشہ شریک و امین رکھا۔ فرعون کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ان کو گھیر بار چھوڑنا پڑا اور اپنے لئے سہارا ساھیوں کے ساتھ متحدہ میں اُترنے پر مجبور ہوئے مگر بخارے زندہ نکلائے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اور آپ کو ساحل عافیت پر پہنچا دیا۔ اور آپ کا تقاب کرنے والے فرعون کو شرف کر کے ہمیشہ کے لئے دنیا کے لئے عبرت و بعیرت کا نشان بنا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے مخالفین نے طرح طرح کے دکھ دیئے۔ یہاں تک کہ صلیب پر لٹکا دیا مگر بالآخر وہ دشمن کے ظلم سے بچ کر اپنے مشن میں کامیاب و کامران رہے اور آپ کے دشمن ناکام و نامراد۔

سب سے بڑھ کر ہمارے آقا و خضر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ طائف کی سرزمین میں آپ پر پتھر پڑا ہوا۔ شعب ابی طالب میں میں برس آپ کو چھوڑ ہونا پڑا۔ خدا کی عنایت کے ماتحت جب حضور اکرم ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تو کفار مکہ نے غار ثور تک آپ کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت کی وجہ سے گھر گئے مگر انہماکی حکم یقین اور حسن اعتماد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

مکرم علیہ السلام کا انجام

تاریخ مذاہب کا ایک عبرت انگیز باب

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہ مدد مدرس مدرسہ احمدیہ دہلی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بتایا ہے اور ابتداء ہی سے اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے خود اپنے پاس سے انتظام فرمایا چلا آ رہا ہے۔ تا انسان دنیا میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اختیار کر کے ایک طرف اپنے ہی نوع کے ہمدردی، انصاف اور محبت سے پیش آکر امن و امان کے ساتھ زندگی گزارے اور دوسری طرف اپنے خالق و مالک خدا سے بھی اس کا پختہ تعلق قائم ہو جائے۔ اور اس غرض کے لئے اس نے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ چنانچہ ضرورت انبیاء پر روشنی ڈالتے ہوئے موجود زمانے کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”یاد رہے کہ خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واہد لائے ایک کاظم لوگوں کو سکھانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور اگر یہ مقدس لوگ دنیا میں نہ آتے تو وہ ایسے مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک مستحق اور محال امر تھا۔ اگرچہ زمین و آسمان پر غور کیے اور ان کی ترتیب ایلخ اور مکمل پر نظر ڈال کر ایک صحیح الفطرت اور سچے عقل انسان دریافت کر سکتے کہ اس کا رخا نہ پُرکھت کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہیے۔ لیکن اس فقرہ میں کہ ضرور ہونا چاہیے، اور اس فقرہ میں کہ وہی وہ موجود ہے بہت فرق ہے۔ واقعی وجود پر اطلاع دینے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جنہوں نے ہزار ہا نشانوں اور معجزات سے دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ وہ ذات جو مخفی اور مخفی اور تمام طاقتوں کی جامع ہے درحقیقت موجود ہے۔ پس چونکہ قدیم سے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا ہی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے تیردی سکھ۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا ایسے ہوتا ہے اس کی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۱۱، ص ۱۱۲)

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مسنت قدیم ہے کہ جب بھی وہ اپنے کسی برگزیدہ بندے کو خلعت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے تو انہی کے دنیا ان کی مخالفت پر کر بستہ ہو جاتے ہیں۔ خود غرض اور نفس پرست لوگ ان کے سخت ترین دشمن بن جاتے ہیں۔ اور ان کو نیرت و نابود کرنے لئے مخالفین و معاندین اپنا

پورا زور لگاتے ہیں۔ اور ہر ممکن ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ صداقت کی اس آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَكذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ (الفروان: ۳۲)

یعنی ہم نے ہر نبی کی طرح مجرموں میں سے سب نبیوں کے دشمن بنائے ہیں۔ لیکن یہ مخالفت اور دشمنی اس لئے نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ انبیاء کو بلاوجہ مصیبت میں مبتلا کرے یا ان کو ہلاک کرے بلکہ اس کی حکمت و اول یہ ہے کہ انبیاء کی مخالفت لوگوں کو ان کی طرف مائل کرنے کی ایک الہی تدبیر ہوتی ہے تا دنیا دیکھ لے کہ خدا کی تائید و نصرت کس کے ساتھ ہے۔ مینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”اور خدا جو اپنے دوست کے ساتھ کبھی یہ معاملہ کرتا ہے جو تمام دنیا کو اس کا دشمن بنا دیتا ہے اور کچھ مدت کے لئے ان کی زبانوں یا ان کے اکتھوں کو اس پر مسلط کر دیتا ہے، یہ اس لئے خدا نے بخیر نہیں کرتا کہ اس اپنے دوست کو ہلاک کرنا چاہتا ہے یا بے عزت اور ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ تا دنیا کو اپنے نشان دکھائے اور تا شروع دیدہ مخالفتوں کو معلوم ہو کہ انہوں نے دشمنی میں ناخوشی تک زور لگا کر نقصان کیا پہنچایا؟“ (زبد المسیح ص ۱۳۹-۱۴۰)

پس جس طرح انبیاء کی مخالفت کا ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اسی طرح تاریخ مذاہب کی یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ منکرین انبیاء ہمیشہ ہی اپنے مقاصد میں ناکام و اامراد اور تباہ و برباد ہوتے چلے آئے ہیں اور انبیاء اور ان کی جماعتیں ہمیشہ ہی غالب آتی رہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ لِيُظْهِرَ لَكُمْ اَنَّا وَرَسُولِيْ (مجادلہ ۲۲) کہ اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی ضرور غالب آئیں گے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہیں دنیا میں کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی کہ منکرین انبیاء ناکام نہ ہوئے ہوں۔ یا اللہ تعالیٰ کے انبیاء غالب نہ رہے ہوں۔ شیطان اور طاغوتی طاقتوں نے اپنے پورے ساز و سامان اور ہر قسم کے ذیل ہتھیاروں سے حق و صداقت کو مٹانا چاہا حتیٰ کہ انبیاء کو یہ دھمکیاں بھی دی گئیں کہ

لَتَخِرَّ جَنَّتُمْ مِّنْ اَرْضِنَا اذْ لَتَعُوذُنَّ مِنِّيْ مَلِيْنَا (ابراہیم: ۱۳۰) یعنی ہم یقیناً تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ گے۔ لَسِيْنٌ لَّمْ تَشْتَهُواْ لَدَيْمُكُمْ وَ لَمَسْتُمْ مِّنْآ عَذَابِ الْاَلِيْمِ (یس: ۱۹)

کہ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہیں آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ اور یہ صرف دھمکیاں ہی نہیں تھیں بلکہ ان کو عملی جامہ پہنا کر انہوں نے اسی طرحی چوٹی کا زور لگایا لیکن پھر بھی وہی ذلیل و خوار ہوئے یا صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ اور دوسری طرف انبیاء اور ان کے متبعین ہمیشہ ناز المرام رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں ان کا سب سے بڑا مخالف و معاند ابلیس اور اس کے پیلے چائے تھے اپنے دور کا یہ ایک حکیم اور بارشوخ امیر آدمی تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے كَاَن مِّنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اٰمِرٍ رَبِّهٖ كَمَا بَلِيسٌ مَّادًا سُرِرَ لُوْغُوْنَ مِيْنَ تَحْتِهَا اُوْرُاسُ نَعِيْ نَطْرَاتِ كَمَا مَلَأْنَا اِيْنِيْ رِبِّ كَيْ نَا فَرَا نِيْ كِي۔ اس نے حضرت آدم کے خلاف دھوکا اور فریب سے کام لیا اور آخر کار حضرت آدم کو اپنے مولد و مکن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ مگر نتیجہ کیا ہوا؟ ابلیس اور اس کے ساتھی قیامت تک کے لئے ملعون ہو گئے۔ انہوں نے حضرت آدم کو مٹانے کی کوشش کی۔ مگر خود مٹ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی سلسل کو تمام دین میں پھیلادیا۔

حضرت نوح علیہ السلام پانچ ہزار سال قبل یرح و ہلہ اور قرأت کی وادی میں مبعوث ہوئے آپ کے مخالفین نے بھی آپ سے تمسخر و استہزاء کا سلوک کیا، آپ کو جھٹلایا۔ اور سب دلائل سے مغلوب ہو گئے تو انہوں نے کہا اَسِيْنٌ لَّمْ تَشْتَهُواْ لَدَيْمُكُمْ وَ لَمَسْتُمْ مِّنْآ عَذَابِ الْاَلِيْمِ (الشعراء: ۱۱۷) کہ اگر تم اپنی ان باتوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔ اس مخالفت، تکذیب اور استہزاء کا انجام آخر کار کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فَاَنْصَبْنَاهُ وَاَمْنًا مِّنْهُ فَاِيْنَ الْاَلْمَلٰٓئِكَةُ اَنْزَلُوْنَ شِمَّ اَعْرُوْقَاتِ الْبَقِيْعٰتِ (الشعراء: ۱۲۰-۱۲۱) کہ ہم نے نوح اور ان کے تبعین کو ایک بھری ہوئی کشتی کے ذریعہ ان کے دشمنوں سے شرم سے بچایا۔ اور اسی کے بعد جو باقی رہ گئے وہ سب کے سب طوفان میں غرق ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے۔ اس قوم کا زمانہ اڑھائی ہزار سال قبل

تا ۸۰۰ ق م ہے۔ جو حرم شمالی اور جنوبی عرب و قابلی تھی۔ ان کی طاقت کا بیان قرآن نے یوں کیا ہے کہ لَمَّا خَلَقْنَا مِثْلَهَا فَاِيْنَ الْاَلْمَلٰٓئِكَةُ اَنْزَلُوْنَ شِمَّ اَعْرُوْقَاتِ الْبَقِيْعٰتِ (الشعراء: ۱۲۰-۱۲۱) یعنی اسی جیسے طاقتور کوئی اوستوم نہیں تھا۔ یہ بائبل کی تہذیب و کلمہ کے بانی تھے جس نے دنیا پر ایسا گہرا اثر ڈالا ہے۔ ان کا بادشاہ شداد نامی بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا زمانہ انہوں نے بڑی شان و آبرو بلند و بالا تھا۔ بڑی کا بڑی ٹیکٹریاں اور کیمسٹری کے مراکز قائم کئے تھے۔ آلات جنگ کی جو بھی چیزیں انہیں ایجادات انہی کے زمانہ میں ہوئی۔ اور ان کا وجہ سے وہ بڑے تکبر سے اور بڑے پستی ان کا مذہب تھا۔ حضرت ہود نے جب انہیں خدا سے خاصہ پر ایمان لانے اور انہیں انعامت و عفو کا اختیار کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے برا کہا، ہم تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔ وَ اَمَّا حٰمُ لَآئِكَ يَمُؤِنِيْنَ (هود: ۵۴) اور بڑی تم پھر پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور اپنی ترقیات کے محمد میں میں وہ کہتے تھے وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِيْنَ (الشعراء: ۱۳۹) کہ ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا فَكذَّبُوْا فَاَقْبَلْنَا لَهُمُ (الشعراء: ۱۴۰) اور اپنے اسی تہذیب و وجہ سے ہود کو جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت عذاب سے ہلاک کیا۔ اسی طوفانی ہوا چلی جو تواتر اور یکساں طور پر سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی اور ساری قوم کا نام و نشان تک مٹا دیا (الحاقہ: ۷۷) پس نبی کے انکار کی وجہ سے ان کی تہذیب و تمدن باقی و دولت۔ حکومت و سلطنت۔ بڑی بڑی عمارتیں اور کارخانے اور رعد گا بن سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ اور بن جیروں پر ان کو گھنٹہ تھا۔ درجئے تھے کہ یہی اب کوئی ہلاک نہیں کر سکتا وہ ان کی کچھ بھی حفاظت نہ کر سکیں۔ وہ ہلاک ہو گئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا ایک نشان قائم کر گئے۔

قوم عاد کی ہلاکت کے بعد قوم ثمود ان کی تہذیب ہوئی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اذْكُرُوْا اِذْ جَعَلْنَاكُمْ خَلْفَاءَ مِّنْۢ بَعْدِ اٰدَمَ (اعراف: ۷۵) یہ قوم شام کے شہر بصری سے لیکر حد تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کا ہندو مقام حبر تھا جو مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان تھا۔ اس علاقہ میں اس قوم کا بشار اور تھا۔ چشموں۔ بانوں و زراعت کی دولت سے یہ قوم مالا مال تھی۔ مگر تراحمی کے فتن میں اسے بڑی ہجرت حاصل تھی۔ بڑی بڑی چٹانوں کو تراحمی کے کھانے بنائے تھے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا جن پر اس قوم نے آپ کی شدید مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بطور نشان ایک اونٹنی کو مقرر کیا جس پر سوار ہو کر حضرت صالح تبلیغی سفر کیا کرتے تھے۔ اور وارثوں کی کہ اس کی آزادی میں تم غل نہ ہوتا ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لیکن اس قوم کے بد بختی و نوردوں نے اس کو اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر گویا خدا تعالیٰ کو چیلنج کیا کہ ہم اپنے ملک میں تیرے نام کو بلند کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قَاخَاةٌ تَهْمُ الْمَوْتِ (اعراف: ۷۹) ان کو ایک شدید زلزلے نے صفحہ ہستی سے محو کر دیا۔ اور حضرت صالح اور

آپ کے بیروکار کامیاب اور غالب رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہلاک شدہ قوم کے مقام پر بھی ٹھہرے۔ آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس جگہ سے گزروں کا پانی استعمال نہ کیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے تو اس پانی سے آٹے گوندھ لئے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ آٹا ہمیں پھینک دو کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام (الانبیاء) فلسطین و شام کے علاقہ میں ۲۲۰۰ ق م میں مبعوث ہوئے۔ بت پرستی کے خلاف آپ نے جہاد عظیم کیا ہے حتیٰ کہ اس وقت نے بادشاہ نمروہ نے آپ کو ہر طرح ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اور پھر اس نے آپ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر خاص سے اس آگ کو گھزار اور سلاستی کا باعث بنا دیا۔ اور دشمن ذلیل و شرمندہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَ ارَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَدَلْنٰهُمْ الْاٰخِسْرٰتِیْنَ (انبیاء: ۷۱)** آپ کے مخالفین نے آپ سے برا سلوک کرنے کی کوشش کی اور آخر کار انہیں ناکام و نامراد کر دیا۔ ان کا نشان تک بھی باقی نہیں ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ریت کے ذروں کا مانند پورے علاقہ میں پھیل گئی اور بے شمار روحانی برکات اور انوار نبوت سے سرفراز ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے ہم عصر اور آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ جب آپ نے اپنی قوم کو بکارتوں سے باز کرنے اور خدا کے پیغام کو قبول کرنے کی دعوت دیا تو ان قوم نے بھی کوشش سے کام لیا کہ حضرت لوط کو مختلف ذرائع سے ایذا پہنچائی۔ لیکن نتیجہ برسر آکر یہ قوم بھی جو علاقہ حوران میں سدوم اور موہرہ نامی بستیتوں میں آباد تھی شدید زلزلہ سے ہلاک ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے بادشاہ فرعون نے آپ کو اور آپ کے ساتھی بنی اسرائیل کو ہلاک کرنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف غریب اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے ساتھ ہیں اور دوسری طرف اپنے وقت کا سب سے طاقتور ترین اور عالم و سفاک بادشاہ فرعون ہے۔ لیکن جب اس طاقتور بادشاہ نے تکبر و غرور کے نشہ میں غمور ان غریب اور بے بس موسیٰ کے ساتھیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے خود اسے اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اور دنیا کی عبرت کے لئے اس کی لاش کو آج تک نند کے عجیب گھر میں محفوظ رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت فرعون کی اپنی قوم نے اس قدر کی کہ آپ کو صلیب پر لٹکا دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کو صلیب کی لٹکتی موت سے بچایا۔ آپ وہاں سے ہجرت کر کے کشمیر پہنچے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ لیکن یہودیوں کو خدا تعالیٰ نے ٹھیک ٹھیک رومی کے ہاتھوں نہایت ذلت کے ساتھ

تاخت و تاراج کیا۔

تاریخ مذہب کا یہ بھی ایک بڑا ہی المناک باب ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت فرمایا اور دادی مکہ میں ندائے توحید بلند کی تو وہی قریش جو آپ کے عدوت اور دیانت کا دم بھرتے تھے اور آپ کے قریشی رشتہ دار تھے، آپ کے جانفی دشمن بن گئے۔ آپ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لے آئے پر تنہا اونٹ کا انعام مقرر کیا گیا۔ ہر ممکن ذریعہ سے شدید تر تکالیف آپ کو آپ کے صحابہ کو دی گئیں وطن سے انہیں بے وطن کر دیا گیا۔ مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد بھی ظالموں نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ مزاراں آٹھ سال تک وہ آپ سے نبرد آوار رہے۔ لیکن آخر کار وہ سب کے سب ناکام ہوئے۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ خود اسی قوم نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو نیست و نابود کرنے کے لئے تمام عرب میں مخالفت کا طوفان کھڑا کر کے ایک متحدہ محاذ بنا کر اسلام کے پورے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، چاہا تھا یہ نظارہ بھی دیکھا کہ مکہ کا وہی قدیم قحطخانہ انڈاز میں مکہ میں داخل ہوا، تھر تھراتا اور زلزلتی ہوئی رزوں کو لا تشریب علیکم الیدم کا مژدہ جانے لگا سنا یا اور اس نے دلوں کو سا بھج کیا کہ اپنی زندگی ہی میں سارے علاقہ کو حلقہ بگوش اسلام ہوتا دیکھ لیا۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان کامیابی ہے جس کی تاریخ مذہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ہندوستان میں بھی ہمیں خدا تعالیٰ کی یہی سُنّت مسمرہ نظر آ رہی ہے کہ یہاں کے بھی دو بزرگ اور قدس نبیوں نے جنہیں ہندو قوم جھگڑاؤں کا تاراج کرتی ہے اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی۔ اور ان کے مخالفین ناکام و نامراد ہوئے۔ چنانچہ حضرت رام چندر جی کو بن باسی بھجوانے والوں نے کیا سکھ پایا؟ جن سخت کے لئے انہوں نے آپ کو بلا وطن کیا تھا وہ آنت خود بخود جانشین ہجرت نے بعد احترام آپ کی زور کیا۔ رادوں جیسے طاقتور راجہ نے جب آپ سے ٹکرائی تو خود ہی تباہ و برباد اور ہلاک ہوا کیونکہ کامیاب و کامران اور فاتح حضرت رام چندر ہی ہوئے۔ اسی طرح حضرت کرشن جی جہا راج کے تمام مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ کور کوشیتر کے میدان میں مارے گئے اور سری کرشن جی کا بول بالا ہوا۔

پس یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مامورین و مرسلین ہمیشہ کامیاب اور غالب ہوتے آئے ہیں اور ان کے منکرین جیسے ذلیل و خوار اور ناکام و نامراد اور تباہ و برباد ہوتے آئے ہیں۔ آج موجود زمانے کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق سیدنا حضرت مرزا غلام احمد دیوانی علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مسیح موعود و مہدی موعود اور موعود اقوام عالم بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے دنیا کی ہدایت و امن و آسوشی کے قیام اور ساری اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے بلند ترین مقصد کے لئے جماعت احمدیہ کے نام سے ایک مقدس اور فعال جماعت کو قائم فرمایا۔ لیکن انہوں نے دنیا و علماء رسو اور ان کے پیچھے چانٹوں نے ہر طرح کوشش کی اور

اب تک کرتے چلے جا رہے ہیں کہ آپ کو اور آپ کی مقدس جماعت کو مٹا دیا جائے۔ ابتدائی دور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو اہل حدیث کے وکیل کہلاتے تھے بڑے طعنا و ترقی سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ دعویٰ قدیمہ کی رو سے جس طرح میں نے اس کو آسمان پر چڑھایا تھا وہی سبھی دعویٰ جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرداؤں گا اور جماعت کو تتر بتر کر دے گا۔ لیکن وہ خود اس دنیا سے ہجرت و یاس تمام کر گئے مگر حدیث کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ناکام کرنے کے لئے دنیا نے ہر ادب سے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ آپ پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ واجب القتل قرار دیا گیا۔ جھوٹے مقدمات میں آپ کو پھنسانے اور پھانسی دوانے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن ہمارے مسیح موعود کے پاسے ثابت اموہ انبیاء کے مطابق ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ اسلام کی خاطر آپ نے ہر ظلم سہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی اور غم ملت میں اپنی تمام محبوب چیزوں کو قربان کر دیا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ باوجود ہر قسم کی سازشوں کے مخالفین و منکرین ناکام ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے واضح رنگ میں فرمایا تھا کہ وہ۔

”مخالف لوگ عیبت اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پورا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور پچھلے اور ان کے زندے اور مردے تمام جمع ہو جائیں اور میری بار نہ لگے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لذت کے شعلوں میں بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔“ (الرعبیہ ص ۵-۶)

پھر ۱۹۳۲ء میں احراریوں نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے کہ دس برس کے اندر اندر جماعت احمدیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت حکومت برطانیہ میں ان کی پشت پناہی زور پائی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے اور خود ان کا وجود مٹا کر رکھ دیا اور جماعت احمدیہ روز افزون ترقی کرتی ہوئی دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں امیٹی احمدیہ کی پیشگی کے ذریعہ ان مقدس جماعت کو مٹانے کے لئے پورا زور لگایا گیا مگر انجام سب کے سامنے ہے کہ یہی مخالفت جماعت کی ترقی کے لئے رنگ میں ثابت ہوئی اور مخالف عناصر عبرت کا مرقع بن گئے۔ ۱۹۴۷ء میں رابطہ عالم اسلامی کی قائم کرنے میں جماعت احمدیہ کے خلاف قرار داد تکفیر پاس کی گئی۔ اور جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کی گئی۔ دوسری طرف مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ تب چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ حکومتی سطح پر الہی جماعت کو مٹانے کا منصوبہ بنانے والے کو خود اس کے دست راست نے پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور اب ۲۰۲۰ء میں ۶۱۹۸۴ کو پاکستان کے فوجی سربراہ نے احمدیوں کے خلاف جو ظالمانہ اور اسلام کے نام پر مسر اس غیر اسلامی آرڈی نینس جاری کی ہے وہ بھی مخالفانہ اور حاسدانہ

کارروائیوں کا نقطہ عروج ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ تاریخ انبیاء کی روشنی میں یہ مخالفت بھی اگرچہ بہت بڑی اور عالمگیر پیمانے پر کی جا رہی ہے، بلاشبہ یہ بھی ایک عارضی ابتلاء کا دور ہے۔ آج بے شک ہمارے مخالفین توشیح میں غلبہ یگانہ رہے ہیں لیکن وہ دن دور نہیں جب اپنی ناکامی پر حسرت کے آنسو بہائیں گے۔ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ جب حکومتیں مذاہب سے ٹکرائی ہیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ نہ پھٹے کبھی ٹٹا ہے اور نہ آج ٹٹے گا۔

آخر کار اس میدان میں جماعت احمدیہ کا غلبہ ہے اور جماعت احمدیہ ہی کی فتح ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنوں کی انہیں ناکامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ۔

”مجھ سے پہلے جس قدر رسول اور نبی گزرے ہیں سب کو یہ بلا پیش آئی تھی کہ شہریر لوگ کتوں کی طرح ان کے گرد بھگتے تھے۔ اور صرف ہنسی اور ٹھٹھے پر ہی کفایت نہیں کی تھی بلکہ پناہ تھا کہ ان کو پھاڑ ڈالیں۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے ان کو بچایا۔ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا کہ ان موعودوں نے باہم ایسا اتفاق کر لیا کہ میری مخالفت کے جوش میں ان کو باہمی اختلافات بھی جھول گئے۔ اور انہوں نے دوسری قوموں کے ہتھکڑوں اور پادریوں کو بھی حتی الوسع اپنے ساتھ لایا۔ اور زمین میری دشمنی کے جوش سے یوں بھر گئی جیسا کہ کوئی ریت زہر سے بھرا جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے حملوں سے میری عزت کو محفوظ رکھا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے پاک نبیوں کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔“

(تزیان القلوب ص ۲۸)

اسی طرح آپ نے نہایت واضح الفاظ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ۔

”میں بڑے دعوے اور استفال سے سے کہتا ہوں کہ میں کبھی پر ہوں اور خدا نے ان کے فضل سے اس میدان میں میری فتح کی فتح ہے۔ اور جہاں تک دور بینانہ نظر سے کام لیتا ہوں تو دنیا اپنی تپائی کی تحت اقدام دیکھتے ہیں۔ اور قریب سے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔“

(ازالہ ابہام ص ۳۰-۳۱)

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اکتاف عالم میں انوار قرآنیہ کی اشاعت جماعت احمدیہ کا نصب العین

اے بے تجربہ خدمت افراں کمر بہ بند، زماں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نساں

(المیخ المبرور)

از مخرم مولوی شریف احمد صاحب ایمینی ایڈیشنل ناشر عہدہ تبلیغ دایان

قرآن مجید ایک کامل اور دائمی شریعت ہے۔ یہ کلام پاک آج سے تقریباً ۱۴۰۰ سال پہلے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل ہوا۔ شریعت قرآنیہ زندگی کے تمام روحانی - اخلاقی تمدنی معاشرتی اور اقتصادی امور میں انسان کے لئے مشعل راہ ہے۔ یہ کلام پاک اب تک کسی تبدیلی کے بغیر سزا و عن محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اس کو حفاظت کا خدا تعالیٰ نے "واتا سخن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون فرما کر خود ذمہ اٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت مسیح موعود باقی سلسلہ احمدیہ پر اجماعاً ظاہر فرمایا "ان الخیر کلہ فی القرآن۔ کتاب اللہ الوحی۔" (براہین احمدیہ ج ۱ ص ۱۰۰) کہ تمام بھلائی اور خیر و برکت قرآن کریم میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہی اللہ جو رحمن ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی جماعت کو یہ تعلیم دی۔

وہ تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو ہجر کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوح انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول جتھمہ شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کشتی نوح ص ۱۰)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود نے اپنے روحانی تجربہ کے بناء پر قرآن مجید کی روحانی تاثیرات کے بارے میں فرماتے ہیں:- نور قرآن ہے جو سب آدمیوں سے اجلی نکلا پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا حق کی توحید کا مرتعہا ہی چلا تھا پورا ناگہماں غیب سے یہ چشمہ اصفیٰ نکلا

یا الہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے جو ضروری قواعد حسب اس میں ہمیاں کی جماعت احمدیہ یہ عقیدہ رکھتی ہے اور اس بات کی دعویٰ دار ہے کہ اس وقت دنیا کو جس قدر بھی مسائل درپیش ہیں خواہ وہ معاشیات سے تعلق رکھتے ہوں یا اقتصادیات سے، خواہ وہ مذہبیات سے متعلق ہوں یا دنیا میں امن پسندی سے ان سب کا حل قرآن کریم میں موجود ہے اور جیسے جیسے دنیا میں قرآن کریم کی اشاعت زیادہ ہوگی اور قرآنی تعلیمات سے لوگ روشناس ہوں گے دنیا کو درپیش مشکلات بھی ختم ہوتی جائیں گی۔ اور اس بات کا بغیر آج جماعت احمدیہ نے اٹھایا ہے کہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے جائیں اور دنیا کے سامنے قرآن کریم کا آسان ترجمہ پیش کیا جائے کہ تاہر کس وناکس قرآن کریم کا خود مطالعہ کر کے اس کی تعلیمات کو اپنے لئے لائحہ عمل بنا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے ایسے ایسے معارف لوگوں کے سامنے بیان کئے ہیں جو سمجھ سکیں کسی نے بیان نہ کئے تھے آپ نے جیسا کہ آپ کو الہام ہوا تھا کہ الخیر کلہ فی القرآن وہ تمام خیر قرآن کریم سے نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔ حضرت الحاج مولوی حکیم نور الدین صاحب بحیروی خلیفۃ المسیح الاول نے قرآن کریم کے جو درس دیئے وہ بجز قرآن کریم کی مغنیت پر شاہد ناطق ہیں اسی طرح قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے آپ کے دیئے ہوئے نوٹ بھی بہت سے قرآنی مسائل سے پردہ مٹانے والے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قرآن کریم کی بے حد خدمت کی گئی اور آپ نے دنیا کے سامنے قرآن کریم کی ایسی تفسیر پیش کی جو موجودہ زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ اور بے نظیر ہے۔

بہت ہی اعلیٰ اور بے نظیر ہے اسی طرح ہے قرآن کریم کا وہ انگریزی ترجمہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں نامکمل رہ گیا تھا آپ نے اپنی نگاہی میں مکمل کر دیا۔ پھر با محاورہ اور ترجمہ تفسیر صغیر کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ کئی مجلدات پر مشتمل تفسیر کبیر تعین فرمائی۔ جو قرآنی معارف کا ایک شاہکار ہے۔

حضرت رضی اللہ عنہ کی تحریر فرمودہ یہ تفسیر علمی غاظ سے اس بابہ کی چلی کہ اہل علم اور معزز مسلم اور غیر مسلم اصحاب ان سے از حد متاثر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اقرار کیا ہے کہ یہ سب اور قرآن کریم کی اہمیت اور اسلام کی حقیقی خوبیوں کا علم جس طرح ان تفسیروں سے حاصل ہوتا ہے اس طرح اور کسی کتاب سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بہت سے لوگ قرآن مجید کی انہیں تفسیروں کو پڑھ کر مشرف ب اسلام ہوئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا چونکہ نصب العین ہی یہ ہے کہ قرآن کریم کو تمام دنیا میں پھیلا یا جائے اور اس کی تعلیمات سے تمام دنیا کو روشناس کرایا جائے اس لئے جماعت احمدیہ کے ہر خلیفہ اور امام نے اس کام کی طرف بہت زیادہ توجہ دی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم کی اشاعت کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لئے جماعت کے سامنے صد سالہ تجویلی منصوبہ پیش کیا۔ اور اس کے لئے ایک عظیم نصب العین متعین کرتے ہوئے فرمایا:-

عجب جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی گزرے گی اور دوسری صدی شروع ہوگی تو وہ خدا کی بشارتوں کے ماتحت انشاء اللہ غلبہ اسلام کی صدی ہوگی غلبہ اسلام کی صدی کیے استقبال کے لئے ضروری ہے کہ اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے ہم پورے عزم و ہمت کے ساتھ قرآنی انوار کو دنیا

کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لئے انتہائی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔
ر تقریر جلد سالانہ ۱۹۰۶ء
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس منصوبہ کے تحت دنیا بھر میں تبلیغ اسلام اور قرآن کے لئے ایک فنڈ مقرر فرمایا اور اعلیٰ کو رو رو یہ جمع کرنے کی قریب جماعت کے سامنے پیش کیا اور اس روپے کے ذریعہ ہونے والے کاموں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

وہ اس سے ہم نے غلبہ اسلام کی صدی کا استقبال کرنا ہے نئے مشن قائم کرنے ہیں۔ نئی مساجد تعمیر کی جانی ہیں۔ دنیا کی ستور زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنا ہے اس سبب لٹریچر کی مختلف ممالک کی زبانوں میں کثرت سے اشاعت کرنی ہے۔

ر خطاب جلد سالانہ ۱۹۰۶ء
اسی منصوبہ کے تحت جماعت نے خیالات کے فیض سے قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کرنے کے کام کو تیز سے تیز تر کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تک دنیا کی اہم ترین تین تیس سے زیادہ زبانوں میں قرآن کریم کے جماعت احمدیہ کی طرف سے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض زبانوں کے تراجم کے نوکریں ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک جن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے گئے ہیں ان میں سے چند زبانیں یہ ہیں:-
اردو۔ پنجابی۔ انگریزی۔ ہالینڈ کی زبان ڈچ۔ جرمنی کی زبان جرمن۔ ناہیریا کی زبان یوروبا۔ ڈنمارک کی زبان ڈینش۔ یوگنڈا کی زبان یوگنڈی۔ یورپ کا جدید زبان اسپرنتو۔ انڈونیشیا کی زبان انڈونیشن اور فرنیچ وغیرہ۔

اس کے علاوہ بہت سی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کئے جا رہے ہیں جو کہ انشاء اللہ جلد جلد شائع کر دیئے جائیں گے۔ ان میں ہندوستان کی زبان ہندی اور تانزانیہ کے علاوہ غانا کی زبانیں فنشہ۔ توالی۔ ناہیریا کی زبان ہاؤسا۔ فجی کی زبان فیجین اور روسی زبان بھی شامل ہے۔
جماعت احمدیہ صد سالہ مشن ۱۹۰۶ء میں عنانے سے قبل اس بات کی پوری کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کی ایک ستور زبانوں میں تراجم شائع کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایڈہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس نصب العین کے حصول کے لئے جماعت کو کام میں تیز کرنا چاہئے کہ اس طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم اپنے اس روحانی پروگرام اور منصوبہ

میں خدا کی ہی ہوئی توفیق سے بہت جلد کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت قرآن کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے تاہم دنیا کو اس خیر و برکت اور سعادت سے بہرہ ور کر سکیں۔ دنقنا اللہ التوفیق +

افضل الذکر الا للہ الا اللہ

(حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب ۱۔ ماڈرن شو کمپنی ۲۱/۵/۶ لاٹریٹ پور روڈ کلکتہ ۷۳۔۔۔۔

MODERN SHOE CO.

31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD.

PH. 275475 }
RESI. 273903 } **CALCUTTA - 700073.**

الخبیر کلہ فی القرآن

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے

(اہم حضرت مسیح موعود و مرسلین ص ۴۴)

THE JANTA

PHONE - 279203

CARDBOARD BOX MFG. CO.

MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD.

CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS.

15, PRINCEP STREET, CALCUTTA - 700072.

محببت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

پیشکش :- سن رائزر برپروڈکشنز ۱۰ تپسیا روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۳۹

SUNRISE RUBBER PRODUCTS

2 - TOPSIA ROAD, CALCUTTA - 700039.

احمدیت کا روشن اور تابناک مستقبل صفحہ ۲۰۱

میشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بریا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔
(مذکرۃ اشہادین ص ۶۵)

پس یہ ہے احمدیت کے روشن اور تابناک مستقبل کے کچھ خدو خال۔ اس لئے مبارک ہے وہ شخص جو ان باتوں پر غور کرتا اور جیتے جی اپنے لئے فلاح و نجات کی راہ متعین کر لیتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترنے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترتا۔ تب دانشمند ایک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نوید اور بدن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی

دلچسپ تبلیغی گفتگو بقیہ صفحہ ۱۸۸

میں خاتم النبیین ہیں۔ ختم نبوت کے مسئلہ پر یہ بحث قریب دو گھنٹے جاری رہی۔ جس کا بفضلہ تعالیٰ سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اسی بزرگ کا ابتدائی بات یعنی مردان کی مسجد کے گرانے کے واقعہ کا طرف توجہ دلاتے ہوئے میں بیڑی کر دوں گا کہ جلیوں کی عبادت گاہوں اور مساجد کو گرانے کا جو غیر اسلامی کام پاکستانی طاؤں نے شروع کر رکھا ہے، اسی کو پاکستان کے سنجیدہ عوام ہرگز اچھا نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ ان طاؤں کو سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

بندار آپ کا قومی آرگن
ہے اس کی مالی اور تسلی
اعانت آپ کا فرض ہے

اس کے معنی ختم کرنے کے نہیں ہوتے بلکہ افضل اور اعلیٰ ترین وجود کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ برتنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی کے بارہ میں فرمایا یا علی انت خاتم الاولیاء کما انا خاتم الانبیاء و بحوالہ تفسیر صافی) اے علی! تم خاتم الاولیاء ہو جیسے کہ میں خاتم الانبیاء ہوں۔ اگر غیر اعدیوں کے معنوں کے مطابق خاتم الانبیاء کے یہ معنی کئے جائیں کہ آپ نے نبی ختم کر دیئے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو پھر خاتم الاولیاء کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ حضرت علی رضی کے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا۔ جبکہ یہ ظاہر و باہر امر ہے کہ حضرت علی رضی کم اللہ وجہہ کے بعد امت محمدیہ میں ہزار ہا اولیاء پیدا ہوئے۔ پس محاورہ عرب کے مطابق خاتم الانبیاء کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام میں افضل ترین اور نبوت کے جہک کالات کو حاصل کرنے کے لحاظ سے اعلیٰ ترین وجود ہیں۔ آپ سے بلند مرتبہ والا نبی نہ ہوا ہے نہ آئے ہوگا۔ آپ ہی اولین و آخرین

”ہمارا کوئی دین بجز اسلام نہیں!“

(الحکم جلد ۲ ص ۲۱)

MIR
CALCUTTA - 15.

پیشکش کرتے ہیں۔

آرام وہ مضبوط اور دیرہ زریب ریشیت ہوانی چیلنر برپلا سٹک اور کینوس کے چھوٹے

يَنْصُرَكَ رَبَّكَ تُوْحَىٰ إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ { تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے }

(اہم حضرت مسیح پاک علیہ السلام)

پیشکش { کرشن احمد، گوتم احمد اینٹ برادرس، سٹاکسٹ جیون ڈرلینر۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ) برہنہ ایڈیٹر۔ شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر 294

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے!“
(اہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

SK. GHULAM HADI & BROTHERS READYMADE GARMENTS DEALER
CHANDAN BAZAR, BHADRAK, Distt. BALASORE (RISSA)

”فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے۔“ { ارشاد حضرت نامر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ۔

احمد الیکٹرانکس کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)
گڈلک الیکٹرانکس انڈسٹریل روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

ایمپائر ریڈیو۔ ٹی۔ وی۔ اوشا بکوں اور سٹیشنری کیل اور سرکس۔

ہر ایک نیکی کی جبر تقویٰ ہے!
(کشتی فوج)

پیشکش: ROYAL AGEICY
PRINTERS, BOOKSELLERS EDUCATIONAL SUPPLIERS
CANNANORE - 67000 Phom No. 4498.
HEAD OFFICE } P.O. PAYANGADI - 6303 (KERALA) PHONE: 12

”پندرہویں صدی ہجری غلبہ اسلام کی صدی ہے!“
(پیشکش) (حضرت سیف الدین علیہ السلام)

SAORA Traders
WHOLESALE DEALER IN HAWAI & PVC. CHAPPALS.
SHOE MARKET, NAYAPOOL, HYDERABAD - 500002.
PHONE NO. 522860.

”قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت موجب ہے۔“ (ملفوظات جلد ہفتم ص ۳۱)
فون نمبر۔ 42916۔ نیگلیم ALLIED

الایٹ ڈروئرس
سپلاٹرز۔ کرسٹڈ بون۔ بون۔ بون سینیس۔ ہارن ہوس وغیرہ
نمبر ۲۴۰/۴/۲۴۰ عقب کچی گورڈ ریوی سٹیشن۔ حیدرآباد (آندھرا پردیش)

حوالہ: خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

کراچی میں معیاری سونا کے زیورات بنوانے اور خریدنے کے لئے تشریف لائیں!

الرؤف جیولرز
۱۶-خورشید گلانہ مارکیٹ حیدری، شمالی ناظم آباد۔ کراچی۔
فون نمبر۔ 617069

ہر قسم اور ہر ماڈل کی

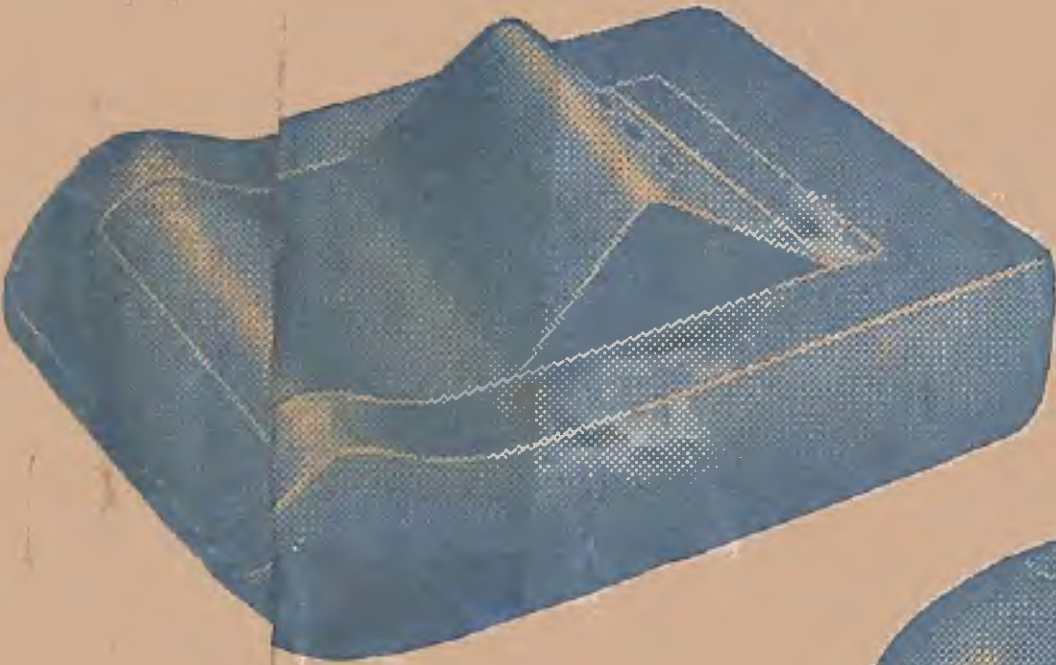
موٹر کار۔ موٹر سائیکل کی خرید و فروخت اور تبادلہ کے لئے (خود نگرانی خدمات حاصل فرمائیے)

AUTOWINGS
13 - SANTHOM HIGH ROAD
MADRAS - 600004
PHONE { 76360
74350

الایٹ نیگلیم
اوو نیگلیم

BANI®

موتور گاڑیوں کے ربر پارٹس



1956-1981



ESTABLISHED 1956

AUTOMOTIVE RUBBER CO.

AUTOMOTIVE PARTS MANUFACTURERS

HEAD OFFICE : **BANI HOUSE** 56 TOPSIA ROAD (SOUTH)

CALCUTTA 700 046 PHONE : 43-5206 43-5137

CITY SHOWDM 5 SOOTERKIN STREET CALCUTTA 700072 PHONE : 23-1574 CABLE: **AUTOMOTIVE**

طالبان دُعا : ظفر احمد بانی، مظہر احمد بانی، ناصر احمد بانی و محسود احمد بانی
پسران میاں محمد یوسف صاحب بانی سرخوم و منفور